مظلوم کے آنسو

مؤلف: مولانا شہزاد قادری ترابی

باہتمام: مکتبہ فیضان اشرف نزد شہید مسجد کھارادر کراچی

ناشر: تحریک تحفظ اسلام پاکستان

انتساب

میں اس کتاب کو امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، شہدائے بدر، شہدائے اُحد، شہدائے حُنین، شہدائے خندق، شہدائے کربلا کے نام اور غازیانِ اسلام کے نام جنہوں نے دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیا۔

اللہ تعالیٰ اِن شہدائے اسلام کی قبور پر رحمت ورضوان کی بارش نازل فرمائے۔ آمین ثم آمین

طالبِ غمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

اما بعد فاعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

حقیقتاً اسلام وہ شجر ہے جس کو پانی سے نہیں خون سے سینچا گیا ہے اور اس اسلام کی جڑوں میں اتنے قیمتی قیمتی خون لگے ہیں کہ فراستِ انسانی دنگ ہے۔ اس اسلام کی جڑوں میں محسن انسانیت، امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خونِ مبارک جیسا مبارک و قیمتی خون بھی اس میں شامل ہے جس خون کے ایک قطرے کی خوشبو کا مقابلہ دنیا بھر کی انسانیت کے خون نہیں کرسکتے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا قیمتی خون بھی اس اسلام کی جڑوں میں موجود ہے۔

اور یقیناً مسلمان اپنی جان و مال بلکہ ہر چیز سے زیادہ محبوب و مقدم اسلام کو رکھتے ہیں اسی لئے بڑے بڑے لوگ اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر اسلام پر قربان ہوگئے اور انہی کے خون کی برکت سے آج بھی اسلام صحیح حالت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں یہ دنیا تو بس عارضی ٹھکانہ ہے اس دنیا کو چھوڑ کر سب کو ایک دن جانا ہے۔ جب یہاں سے ایک دن جانا ہی ہے تو کیوں نہ اس شان سے جایا جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی محبوب ہے۔

اپنے خون سے اپنی تاریخ کیوں نہ لکھی جائے؟

اپنے سروں کو اپنے دھڑوں کا یرغمال کیوں نہ بنایا جائے؟

جس ذات نے سر دیا اس کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے سر دھڑ کی بازی کیوں نہ لگائی جائے؟

اس ایک آقا امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی کر کے سب کی غلامی سے خود کو آزاد کیوں نہ کرایا جائے؟

ہم اس امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام ہیں جس کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت حق کے شہیدوں کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی عزیز جانیں قربان کیں۔ مگر حق کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر سے فرزند 'ہالہ' تلواروں سے قیمہ کئے گئے۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوجہل کی برچھی کھا کر شہید ہوئیں۔

حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے شہید ہوئے۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سولی پر جان دے دی۔

حضرت خبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کو کھولتے تیل کی کڑائی میں زندہ ڈال دیا گیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کے سامنے گردن کٹائی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ننگی پیٹھ کر کے جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا گیا۔

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کو زخموں سے چھلنی کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے شہید کر کے ان کا ناک اور کان کاٹے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجوسی نے دو دھاری خنجر مار کر آپ کے پیٹ میں سوراخ کر دیا جس سے آپ شہید ہوئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر باغیوں نے تلوار ماری اور آپ کی انگلیاں بھی کاٹی گئیں۔

حضرت امامِ مظلوم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا کی تپتی ریت پر تین دن تک بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کیا گیا، آپ کے ہاتھ مبارک، گردن مبارک کو تن سے جدا کیا گیا، برہنہ کر کے آپ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازوؤں کو کاٹ کر شہید کیا گیا۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عمر صرف چھ ماہ تھی اُن کی گردن میں تیر پیوستہ کیا گیا۔ خاندانِ اہل بیت نے اپنے خون سے اسلام کو بچایا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین حق کی راہ میں جیل میں ڈالا گیا اور وہاں آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔

حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوڑے برسائے گئے یہاں تک کہ کوڑے مارنے والا تھک جاتا ہے۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلی کوچوں میں گھمایا جاتا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکبر بادشاہ نے جیل بھیج دیا جہاں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

امام اہلسنت علامہ کفایت علی کافی علیہ الرحمۃ کو انگریزوں نے بھرے بازار میں شہید کیا۔

شہیر اہلسنت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کو انگریز کے خلاف پہلا فتویٰ دینے کے جرم میں کالا پانی جیل بھیج دیا گیا جہاں آپ کا وصال ہوا۔

دنیا کے ایک مشہور اور موجودہ دور میں ترقی یافتہ مذہب کو صرف ایک سولی پر ناز ہے مگر دیکھئے اسلام میں کتنی سولیاں، کتنے مقتل اور کتنے میدانِ جنگ ہیں۔

ہم عزم و یقین کے پروانے شعلوں سے محبت رکھتے ہیں
اے زیست ہماری راہ سے ہٹ ہم موت کی عزت کرتے ہیں

قرآن اور جہاد

ترجمہ: اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ (کفر کی سرکشی کا) کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش ہونے لگے، پھر اگر وہ اپنی سرکشی سے باز آجائیں تو اُن کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی جائے البتہ ظلم کریں تو اس کی سزا ضرور دی جائے۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۹۲)

ترجمہ: خدا کی راہ میں لڑنا تم پر فرض کیا گیا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کوئی بات تمہیں پسند آئے اور تمہارے حق میں بری ہو کیونکہ حقیقت کا علم اللہ کو ہے تمہیں نہیں ہے۔
(سورۃ البقرۃ: ۲۱۶)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرما دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ کاروبار جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکانات یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمائے اور اللہ نافرمانوں پر ہدایت کا دروازہ نہیں کھولتا۔ (سورۃ توبہ: ۲۴)

احادیث اور جہاد

☆ امام بخاری اور امام مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمہیں کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد اس دنیا میں پھر واپس جانے کی خواہش رکھتا ہو سوائے شہید کے کہ وہ جنت کی نعمتوں اور لذتوں سے ہمکنار ہونے کے بعد بھی اس خواہش کا اظہار کرے گا کہ اسے دنیا میں دسوں بار لوٹا دیا جائے تا کہ بار بار شہادت کی نعمت سے سرفراز ہونے کا اسے موقع ملے اس دل میں یہ آرزو شہادت کے اس صلے کی وجہ سے پیدا ہوگی جو جنت میں اسے ہر طرف نظر آئے گی۔

☆ امام ترمذی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہے ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہا ہو، دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے۔

☆ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں سو درجے مقرر فرمائے ہیں ہر درجے کا دوسرے درجے سے اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا فاصلہ زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔

یہ جہاد کی فضیلت پر چند احادیث پیش کی گئیں جنہیں پڑھ کر آپ میں بھی یقیناً جذبۂ جہاد بیدار ہوا ہوگا۔

جہاد کا لغوی معنی

علامہ سیّد محمد مرتضیٰ حسین زبیدی حنفی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے فرمایا کہ جُہد کا معنی طاقت، وسعت اور کسی کام میں مبالغہ کرنا ہے اور جہد کے معنی مشقت ہے۔ (تاج العروس شرح قاموس، ج ۲ ص ۳۳۰)

اور یہ لفظ قرآن اور احادیث دونوں میں آیا ہے۔

(کما قال ابن اثیر جذری) اور جہاد دشمن سے قتال کا نام ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

ترجمہ: اللہ کی راہ میں دشمنوں سے یوں قتال کرو جیسا کہ اس قتال کا حق ہے۔ (سورۂ حج: ۷۸)

جہاد کا شرعی معنی اور مفہوم

حضرت علامہ بدرالدین محمد محمود بن احمد العینی حنفی علیہ الرحمۃ (متوفی ۸۵۵ھ) نے فرمایا جہاد شرعاً یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے) کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا اور جہاد فی سبیل اللہ کا معنی ہے احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کیلئے نفس کو تھکانا اور اتباعِ شہوات اور میلان لذات میں نفس کی مخالفت کرنا۔ (عمدۃ القاری، جلد ۱۴)

اب جہاد کی اقسام بیان کی جائیں گی:۔

(۱) جہاد بالعلم (۲) جہاد بالعمل (۳) جہاد بالمال (٤) جہاد بالنفس (٥) جہاد بالقتال۔

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:۔

جہاد بالعلم...... اپنے علم سے جہاد کرنا ہے جس کا حکم قرآن مجید دیتا ہے: (ترجمہ) پس ان منکروں کا کہنا نہ مانیے بلکہ قرآن ہی سے ان کا مقابلہ پوری قوت کے ساتھ کیجئے۔ (سورۂ فرقان) یعنی کہ اللہ تعالیٰ جس نے تمہیں جس علم سے نوازا ہے اس سے آراستہ ہو کر منکروں کے سامنے علمِ جہاد بلند کرو۔ علم کے ذریعے اس جہاد کو جہادِ اکبر یعنی بڑے جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی مدد سے گمراہیوں اور ذلتوں میں گری ہوئی انسانیت کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور ہدایت کے اُجالوں کی طرف لے جاتا ہے۔

جہاد بالعمل...... جہاد کا دوسرا درجہ وہ ہے جس کا تعلق ہماری زندگی سے ہے اس جہاد میں باتوں کی بجائے عمل کر کے دکھانا مقصود ہے جہاد بالعمل میں اللہ تعالیٰ کے احکامات، امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و غلامی کو اپنا شعار بنا کر زندگی گزارنا یہ جہاد بالعمل ہے۔

جہاد بالمال...... جہاد کا تیسرا درجہ وہ ہے جس کا تعلق قربانی سے ہے جس مال کو ہم سینے سے لگا کر رکھتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا جائے جس کی مثالیں ہمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور سے ملتی ہیں مثلاً حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنا تن من دھن گھر بار سب کچھ اسلام کیلئے قربان کر دیا وہ جانتے تھے کہ اس بارگاہ میں لٹانا خسارے کا سودا نہیں بلکہ نفع کا سودا ہے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ بھی جہاد کی قسم ہے۔

جہاد بالنفس...... جہاد کا چوتھا درجہ جہاد بالنفس ہے یہ وہ جہاد ہے جو انسانی زندگی میں ایسا انقلاب برپا کر سکتا ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں چمکنے لگتے ہیں اور اسے ہر وقت امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے ہیں کیونکہ اُس نے نفس کو مار کر اس سے جہاد کر کے شیطان کو شکست دی ہے یہی وہ شیطان ہے جو انسان کو عبادات و ریاضات سے روکتا ہے تو اس شیطان سے لڑنے کیلئے بہترین ہتھیار نفس کے خلاف جہاد ہے اور اس کا بدلہ جنت ہے۔

جہاد بالقتال...... جہاد کا پانچواں درجہ جہاد بالقتال ہے یہ وہ جہاد ہے جو فرض ہوتے ہی مسلمان ہر چیز کو چھوڑ کر تلوار لئے اپنے ربّ کریم جل جلالہٗ کی راہ میں اپنی جان کو قربان کرنے کیلئے نکل جاتا ہے اور اُسے اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی جب تک اُس کی جان اپنے ربّ جل جلالہٗ کے حضور نثار نہ ہو جائے۔

یہی وہ جہاد ہے جس میں امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی شریک ہوئے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی اپنی جانیں لٹائیں۔

غزوات امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کفارِ قریش نے جب مسلمانوں کو اس امن و امان کی زندگی گزارتے پایا اور اشاعتِ اسلام کا عظیم شہرہ سنا تو یہود منافقین مدینہ کے ساتھ ساز باز کر کے ایسی سر توڑ کوشش میں مصروف ہوئے جس سے اسلام و اہلِ اسلام کو (معاذ اللہ) صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کیا۔

اس تمام فساد کا سلسلہ ۲ھ سے ۸ھ تک برابر جاری رکھا اس سات سال میں 23 غزوات اور 43 سرایا کی گنتی اہلِ سیر نے گنی ہے اِن میں بدر، اُحد، خندق، صلح حدیبیہ، جنگِ خیبر، جنگِ موتہ، جنگِ حنین اور غزوہ تبوک خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اب بھی امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی حکمتِ عملی لانی شروع کیں کہ قریش مصالحت میں بہتری دیکھیں اور جنگ کی نوبت نہ آئے ان تدابیر کے باوجود ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو بدر کا واقعہ پیش آہی گیا۔

غزوۂ بدر ۲ھ

مہاجرین اور انصار کے مجمع میں جب امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ ظاہر ہوا کہ قریش 1020 جنگجو لیکر مدینہ منورہ پر چڑھے چلے آرہے ہیں تو سب سے پہلے جس مخلص اسلام نے جانثارانہ، وفادارانہ، شوقِ شہادت خیز اور فصیح و بلیغ تقریر کی وہ صرف سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس تقریر کی تائید کا سہرا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر رہا اس کو سب مجمع نے مانا۔ انصار کے دو سردار مقداد و سعد نے نہایت جوشیلے انداز میں رقت و ادب کے ساتھ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم قومِ موسیٰ کی طرح یوں نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! تم اور تمہارا خدا لڑو ہم یہاں بیٹھ کر تماشہ دیکھیں گے...... نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ اشارہ تو فرمائیں ہم آپ کے آگے پیچھے اپنی جانوں کو لٹا دیں گے ہم بے وفائی کرنے والے نہیں ہیں۔

اللہ اکبر! اس بات کو حفیظ جالندھری نے یوں قلمبند کیا ہے ؎

تعالیٰ للہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا — پیا ہے دودھ ہم نے اپنی غیرت والی ماؤں کا

نبی کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں — جہاد کو محو کردیں نعرۂ اللہ اکبر میں

الغرض مجاہدین کے 82، اوس کے 61، خزرج کے 170، کُل 313 نفوسِ قدسیہ مجاہد اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے فی سبیل اللہ جدوجہد کرنے کو تیار ہوگئے مستورات کے انتظامات پر دلیر و معتبر مجاہد منتخبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چھوڑے گئے۔

1020 جنگجو کفار کا لشکر گراں ملاحظہ فرما کر امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت خشوع و خضوع سے دعا فرمائی۔

اے اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کردے، اے میرے مولا جل جلالہٗ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کردیا تو پھر سطحِ زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ردائے مبارک کو آپ کے شانوں پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ (امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بار بار یہ دعا مانگتے دیکھ کر ان پر بھی رقت طاری ہوگئی) اُنہوں نے امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑ لیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بس کیجیے آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت عجز و انکسار کرچکے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ (صحیح بخاری)

جب ایک دوسرے کے مقابل صف آرائی ہوئی تو ایک طرف عُتبہ، شیبہ اور ولید نکلے اور انصار کے مقابلے میں آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم قریش کو مدِ مقابل سمجھتے ہیں بلکہ عُتبہ نے کہا تمہارے بڑے کو بھیجو اُن کا مطلب اور منصب سمجھ کر امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی جگہ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان دو کے مقابلے میں حضرت امیر حمزہ اور حضرت عبیدابن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو میدان میں بھیجا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو آناً فاناً میں اپنے فریق عُتبہ اور شیبہ کو مار گرایا۔

حضرت عبیدہ اور ولید میں برابر کی لڑائی ہوئی عبیدہ زخمی ہوئے تھے کہ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر ولید کو بھی ٹھکانے لگایا اور زخمی کو کاندھے پر اُٹھا کر امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچایا۔

دوسری طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت تک کفر و شرک کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہے تھے اور لشکرِ مشرکین میں شامل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنہیں للکار کر کہا اور جلال میں آگئے:

ابن مالی یا خبیث (خبیث میرے حقوق کیا ہوئے؟)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر والد کی تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہوا اسلام لانے کے بعد ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والدِ گرامی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ غزوۂ بدر میں ایک موقع پر آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے لیکن میں نے والد ہونے کی وجہ سے آپ کو نظر انداز کر دیا۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیٹے اگر تو میری تلوار کی زد میں آجاتا تو میں تجھے امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کا ساتھ دینے کے جرم میں کبھی نہ چھوڑتا۔

ایک شاعر اس واقعہ کو یوں قلمبند کرتا ہے ۔

پسرِ حضرت صدیق وہ عبدالرحمٰن — جو کہ تقویٰ میں تھے بے مثل شجاعت میں مثل
مصر اور شام کی جنگوں میں کیے جو کام — زینتِ صفحۂ تاریخ ہیں ان کے وہ عمل
ہاتھ میں تیغ تھی یا برق پے خرمنِ کفر — دیکھ کے دل جسے کفار کے جاتے تھے دہل
بسطوتِ حق کا زمانے پہ بٹھایا سکہ — چمنِ دہر سے باطل کو کیا مستاصل
بزمِ اصحابِ رسول عربی میں اس روز — غزوۂ بدر کا کچھ تذکرہ آیا نکل
بولے یہ حضرت صدیق سے عبدالرحمٰن — حملہ آور جو ہوئی بدر میں صفِ اوّل
اِس بار آپ وہاں آگئے میری زد میں — سخت موقع تھا جو نیت میں کہیں آئے خلل
اس ناموس حقوق پدری نے روکا — دوسری سمت کو رُخ اپنا لیا میں نے بدل
سن کہ یہ حضرت صدیق نے ارشاد کیا — راہِ حق میں نہیں رشتہ کی رعایت کا محل
تو مری زد پہ جو آتا تو نہ بچ کر جاتا — یہ مری تیغ بھی تیرے لئے پیغام اجل
دشمنِ حق سے مسلمان کی قرابت کیسی — اِس کا رشتہ ہے فقط حُبِّ خدا جل جلالہٗ

مجاہدینِ اسلام نے میدان مار لیا 70 کافر قتل ہوئے اور 170 قیدی دوسری جانب 41 مجاہد شہید ہوئے۔

اللہ اللہ! یہ تین سو تیرہ تھے بے سَروسامانی کے عالم میں تھے صرف دو گھوڑے، تین زرہیں اور دو شمشیریں تھیں۔

اس کو حفیظ یوں قلمبند کرتا ہے ۔

دو گھوڑے، تین زرہیں اور دو شمشیریں — یہ نکلے ہیں بدلنے مسلمانوں کی تقدیریں

مطلب یہ کہ اس بے سروسامانی کے عالم میں وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی تقدیریں بدلنے نکلے تھے اُن کے پاس نہ مال تھا، نہ ہتھیار تھے، نہ سواریاں تھیں مگر ایک کالی زُلفوں والے امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھروسہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جدھر امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اُدھر ساری کائنات کی دولت ہے۔

اللہ اللہ! اس فتح سے یہ ثابت ہوگیا کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف قوم کے مصلح ہی نہیں بلکہ امام المجاہدین بھی ہیں، قوم کے سپہ سالار بھی ہیں، قوم کے جرنیل بھی ہیں، قوم کے طبیب بھی ہیں، قوم کے غمخوار بھی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب صفیں مل جاتی تھیں اور لڑائی گرم ہوتی تھی تو ہم امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آڑ میں ہوجاتے تھے۔ بہادر وہ شخص کہا جاتا تھا جو بوقتِ جنگ امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب تر ہوتا تھا۔ (بحوالہ مسلم شریف)

غزوۂ اُحد ۳ھ

حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ابھی تک مکے میں رہتے اور بستے تھے) امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا اُس میں کفار کی تیاریٔ جنگ کا حال تفصیل سے تحریر کیا کہ سفرا و شعراء کے ذریعے سب جگہ انتقام کی آگ لگادی گئی ہے اور تین ہزار جنگجو لے کر ابوسفیان مدینے آرہا ہے اُن کے ساتھ عورتیں بھی دَف پر گانے والی ہیں جو لشکریوں کو جوش دلا دلا کر لڑنے پر اُبھاریں گی۔

بنی غفار میں سے ایک شخص یہ خط لائے اور مسجدِ قباء میں امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھ کر سنایا۔

امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کو آگاہ کیا اور مشورہ لیا کہ ہم مدینہ منورہ میں رہ کر مدافعت کریں یا باہر نکل کر مقابلہ؟ جوشیلے مجاہدین نے سرِ میدان مقابلے کا مشورہ دیا تو امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت الشرف میں تشریف لے گئے اور ہتھیار بدن مبارک پر سجا کر واپس تشریف لائے۔

دَرّہ کوہ پر پچاس ہزار تیر اندازوں کا دستہ حضرت عبداللہ بن جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں متعین کیا اُن سب کو ہدایت کی گئی کہ فتح یا شکست کسی حالت میں تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ میں بلاؤں جب آنا۔ میمنہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میسرہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مامور کیے گئے۔ پیدل فوج حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں دی گئی۔ لشکر کے قلب میں مرکز میں امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس بلالیا۔

پہلا حملہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے کیا اور مقابل لشکر کو شکست دی گھمسان کی جنگ میں امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حفاظت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے تھی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِن کے دست راست، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابودَجانہ کی بے پناہ تیغ زنی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیر اندازی، مجاہدین کے پُر جوش حملے اور یکدلی کے اتحادی جذبے نے میدان مار لیا اگرچہ شہادت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیر معمولی دل شکن واقعہ پیش آیا مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی نے کچھ رُکاوٹ نہ ڈالنے دی۔

فاتحین کو جب مالِ غنیمت حاصل کرنے میں مصروف دیکھا تو تیر اندازوں نے بھی گھاٹی سے اُترنا چاہا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر چند امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منع کرنا یاد دِلایا مگر تقدیر اُنہیں میدانِ قتال میں لے آئی۔

حضرت خالد بن ولید جو مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ موقع کی تاک میں تھے وہ اپنے لشکر سمیت بڑھے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بارہ ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے اور اب تازہ دم فوج نے امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نرغہ کر دیا فتح شکست سے اور اطمینان اضطراب سے بدل گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانثار صحابہ کرام علیہم الرضوان کو لے کر امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصار باندھ لیا اور امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو گئے اور روک تھام کی سر توڑ کوشش کی اِسی وقت اسلامی علمبردار حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے یہ خوش نصیب ہم شبیہ امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ کافروں نے یہ افواہ اُڑادی کہ (معاذ اللہ) **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) شہید ہو گئے ہیں جسے سن کر کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان اس سوچ میں پڑ گئے کہ اَب جینا بیکار ہے۔

مگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بالآخر اِن کو پسپتی کی طرف دھکیل دیا شام ہوتے ہی امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء کے دفن کی تیاری اور زخمیوں کی نگرانی عمل میں آئی۔

غزوۂ بنو مُصطلَق ۶ھ

بنی مصطلق بھی ایک دولت مند یہودی قبیلہ تھا جو مدینہ منورہ سے 9 میل کے فاصلے پر آباد تھا یہ قبیلہ بھی امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ کر چکا تھا پھر بھی یہ ابن الوقت، قریش اور منافقین سے ساز باز کر گیا اور انہیں اعانت کے گھمنڈ پر یہ مسلمانوں کا جانی دشمن بن گیا اب یہ خروج کرنے کی غرض سے ایک چشمے (میر یسیع) کے کنارے جمع ہو رہے تھے یہ خبر لگتے ہی شعبان سن ۶ھ میں مجاہدین کا لشکر جرار ساتھ لے کر امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کی اصلاح کو تشریف لے گئے چشمے پر اچھی خاصی جنگ ہوئی آخر بنو مصطلق نے شکست کھائی۔

مالِ غنیمت میں تین سو لونڈی، غلام، پانچ ہزار بکریاں اور ایک ہزار اونٹ آئے اُن کا گروہ اور سپہ سالار الحارث بن ضرار تیر سے مارا گیا۔

حارث سردارِ قوم نے حاضر ہو کر اور اجازت لے کر بارگاہِ امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کی میں ایک رئیس ہوں میری بیٹی برّہ قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئی ہے اس کا کنیز بن کر رہنا دل پر شاق گزرتا ہے بڑا ہی کرم ہو جو اس لڑکی کو آپ اپنی زوجیت کا شرف بخشیں۔ برّہ وقت پر موجود تھیں اُنہوں نے بھی کہا کہ میں اسے اپنی سعادت سمجھوں گی چنانچہ حضرت امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کرم نوازی سے اُس خوش نصیب کو یہ سعادت ملی اور جویریہ نام پایا۔

جذبۂ جہاد سے سرشار مجاہدین کی داستانیں

﴿ جن کے جذبے پر زمین و آسمان کو بھی رشک آیا ﴾

اسلام کی پہلی شہید خاتون

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے خاوند یاسر اور بیٹا عمار قریش کے ظلم وستم کا بار بار نشانہ بنے۔ ایک دفعہ امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بازار سے گزر ہوا دیکھا کہ قریش ان تینوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ ایسی دردناک سزا دے رہے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ آپ نے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے آل یاسر! صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔

ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دردناک سزا دی لیکن ان کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ وہ چٹان کی طرح مضبوط رہیں ابوجہل نے ہر چند انہیں کہا کہ تم اس دین سے کنارہ کشی اختیار کر لو لیکن اُنہوں نے ابوجہل کی بات نہیں مانی۔ اس کم بخت نے دو اونٹ منگوائے دونوں کو مخالف سمت میں کھڑا کر دیا گیا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی گئی پھر کہا باز آ جاؤ اب بھی وقت ہے لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام کا دامن چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس بدبخت نے حکم دیا کہ دونوں اونٹوں کو مخالف سمت میں بھگا دیا جائے اور خود ذلیل انسان نے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل پر نیزہ دے مارا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسم کو دو ٹکڑوں میں چیر دیا گیا۔ اس طرح اِنہیں اسلام کی پہلی شہید خاتون ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ واقعہ ہجرت سے سات سال پہلے کا ہے۔

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند حضرت یاسر بھی دشمنوں کی اذیت ناک سزا کی تاب نہ لاتے ہوئے پردہ فرما گئے۔

شوقِ شہادت

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے سعد! آؤ مل کر دعا کریں ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے، پھر دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا کی۔

یا اللہ جل جلالہٗ! جب کل لڑائی ہو تو میرے مقابلے میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرمانا میں اس کو تیرے راستے میں قتل کر دوں۔

حضرت عبداللہ نے آمین کہی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اے اللہ جل جلالہٗ! کل میدانِ جہاد میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا، جو سخت حملہ آور ہو تو میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور میں بہت سے کافروں کو قتل کر کے پھر خود بھی شہید ہو جاؤں اور شہید ہونے کے بعد کافر میرے ناک اور کان کاٹ لیں پھر قیامت میں تیرے حضور پیش کیا جاؤں تو تُو فرمائے عبداللہ! تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں عرض کروں یا اللہ جل جلالہٗ! تیرے اور تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستے میں کاٹے گئے پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی۔

دوسرے دن لڑائی ہوئی تو دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔ (بحوالہ کنز العمال، اسد الغابہ وغیرہ)

قدمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شہادت

جنگِ اُحد کے ہل چل اور بدحواسی میں جب امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار کے ہجوم میں پکارا کہ کون مجھ پر جان دیتا ہے تو حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند انصاریوں کو لے کر یہ خدمت ادا کرنے کیلئے بڑھے ہر ایک نے جانبازی سے لڑتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی مگر ایک زخم بھی امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لگنے نہیں دیا اور حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔

امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اِن کا لاشہ میرے قریب لاؤ۔ لوگ اُٹھا کر لائے ابھی کچھ جان باقی تھی، آپ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر رکھ دیا اور اِسی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔ (بحوالہ مسلم شریف)

سبحان اللہ! ایسی شہادت پر کروڑوں مسلمانوں کی زندگیاں قربان۔

تیرے قدموں پر سر ہو اور تارِ زندگی ٹوٹے
یہی انجامِ اُلفت ہے، یہی مرنے کا حاصل ہے

بہادر لڑکا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ بڑے چست و چالاک اور پھرتیلے تھے، اتنے تیز رفتار تھے کہ دوڑ کر سرپٹ بھاگتے ہوئے گھوڑے سے آگے نکل جاتے تھے تیر اندازی میں بھی بڑے ماہر تھے ایک دفعہ عجیب حادثہ ہوا، مدینے شریف سے باہر ایک جنگل تھا جسے غابہ کہتے تھے وہاں امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ کافر ڈاکوؤں نے وہاں حملہ کیا اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیاں اپنے ساتھ لے کر واپس چل دیئے۔ یہ سب کچھ رات کے آخری پہر میں طلوع سحر کے قریب ہوا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ تیر کمان لئے صبح کی اذان سے پہلے ہی جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ کسی نے ان کو اس حادثے کی اطلاع دی۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فوراً ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور مدینہ کی طرف منہ کر کے زور سے اعلان کیا کہ ڈاکہ پڑ گیا ہے مدد کیلئے آؤ یہ اعلان کر کے حضرت سلمہ خود اکیلے ان کافروں کے پیچھے دوڑے اور جلد ہی ان کے قریب پہنچ گئے اور ان پر تیر برسانے شروع کئے اور ساتھ ساتھ نعرہ لگا رہے تھے: انا ابن الاکوع، الیوم یوم الرضع (میں ابن اکوع ہوں آج تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا) حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا نشانہ بے خطا تھا جس کافر کو لگتا وہ زخمی یا ہلاک ہو کر گر پڑتا، پہلے تو کافر یہ سمجھتے رہے کہ بہت سارے مسلمان ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور تیر چلا رہے ہیں، اس لئے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے رہے مگر بعد میں اندازہ ہو گیا کہ یہ اکیلا لڑکا ہے جو ہمیں پریشان کئے ہوئے ہے اس لئے کافروں نے کئی بار کوشش کی پلٹ کر حملہ کریں اور ان کو پکڑ لیں مگر جوں ہی کوئی کافر گھوڑا موڑ کر ان کی طرف آتا یہ کسی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپ جاتے اور تیر مار کر دشمن کو زخمی کر دیتے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کافی دیر تک اُن کا تعاقب کیا کافر اتنے بدحواس ہو گئے کہ امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی لوٹی ہوئی اونٹنیاں بھی پیچھے چھوڑ دیں اور جان بچا کر تیزی سے بھاگنے کیلئے اپنے سامانِ سفر اور زائد ہتھیاروں کے بوجھ سے بھی آزاد ہوتے گئے تیس چادریں اور تیس نیزے اُنہوں نے راستے میں پھینکے اور بھاگتے چلے گئے، آگے چل کر ان کو کافروں کی ایک اور جماعت مدد کیلئے مل گئی اب ان کی جان میں جان آئی اور سب نے مل کر حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کو گھیرنے کی کوشش کی، حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور للکار کر کہا، میں ابن اکوع ہوں، قسم اس ذات کی جس نے امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عزت دی تم میں سے کوئی مجھے نہیں پکڑ سکتا اور میں جس کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔

وہ لوگ گھبرا کر رک گئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو باتوں میں لگائے رکھا تاکہ مدینے سے مسلمانوں کی مدد آ جائے چنانچہ کچھ دیر بعد دور سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایک دستہ گھوڑوں پر سوار آتا دکھائی دیا۔ ان کے میدان میں پہنچتے ہی لڑائی شروع ہو گئی کچھ دیر بعد کافروں کا سردار مارا گیا باقی کافر بھاگ نکلے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ ایک بار پھر ان کے پیچھے دوڑے دیر تک ان کا تعاقب کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی، بھاگنے والے کافر ایک تالاب کے پاس پانی پینے کیلئے رُک گئے مگر حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کو آتا دیکھ کر خوف کے مارے برا حال ہوا اور پانی بھی نہ پیا۔ ان میں سے ایک آدمی ذرا پیچھے رہ گیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے دوڑتے دوڑتے ایک پہاڑ کی گھاٹی میں اس کو جالیا اور تیر چلاتے ہوئے نعرہ لگایا میں ابن اکوع ہوں آج ذلیل لوگوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ تیر اس کے کاندھے سے پار ہوگیا اور وہ تکلیف سے چلاتا ہوا بولا، ارے تو وہی صبح والا ابن اکوع ہے (ابھی تک ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے) حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا، ہاں۔

اس کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کافروں کے دو گھوڑے اپنے قبضے میں لئے اور امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ کافر جو اونٹنیاں، چادریں اور نیزے چھوڑ گئے تھے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کو جمع کرلیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ ایک اونٹنی ذبح کرکے اس کی کلیجی اور کوہان بھون رہے تھے تاکہ امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تناول فرمائیں۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بارگاہِ امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں عرض کی سو آدمی میرے ساتھ کردیں تو میں دشمنوں کا مزید تعاقب کرکے ان کو ختم کردوں امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس کم عمر جانثار کی جرأت اور ہمت پر بے حد خوشی ہوئی۔ امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسکرادیئے اور فرمایا، اب مزید تعاقب مناسب نہیں ہے وہ لوگ اپنے قبائل میں پہنچ گئے ہیں۔

رات بھر آرام کے بعد صبح جب مدینہ منورہ کی واپسی ہوئی تو امام المجاہدین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ اعزاز عطا کیا کہ ان کو اپنے ساتھ اپنی اونٹنی پر بٹھالیا حضرت سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات بھلا اور کیا ہوسکتی ہے۔

لہو سے شرابور جسم اور کٹے ہوئے بازو

یہ میدانِ موتہ ہے، رومیوں کا ایک لشکرِ جرار مسلمانوں کے مقابل صف آرا ہے، رومی تعداد میں ایک لاکھ ہیں تو مسلمان صرف تین ہزار، میدانِ موتہ میں تاریخ اسلام کا عظیم الشان معرکہ لڑا گیا، زور کا رَن پڑا تو سپہ سالار لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی مرحلے میں شہید ہوکر فائز المرام ہوگئے۔ لشکر اسلام کی کمان خاندانِ نبوت کے ایک عظیم المرتبت فرد نے سنبھالی۔ وہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد تیزی سے آگے بڑھے، مسلمان لشکر کا علامتی پرچم ہاتھوں میں تھاما اور تلوار لہراتے ہوئے رومی فوج کی صفوں میں جا گھسے، ساتھ ساتھ یہ ایمان افروز شعر بھی پڑھتے جارہے تھے ؂

جا جذا الجنة واقترابها طيبة وبارد شرابها

والروم روم قددنا عذابها كافره بعبده انسابها

على اذ لاقيتها ضرابها

واہ واہ جنت اور اس کا قرب۔ اس کا ٹھنڈا میٹھا فرحت افزا پانی۔ اور یہ حسب نسب دور رومی کافر، مجھ پر فرض ہے کہ جب اُن سے ملوں تو ان کی گردنیں اُڑاتا چلا جاؤں۔

اس سرشاری اور کیف و مستی کے عالم میں رومیوں کی صفوں کو اپنی تیز دھار تلوار سے کاٹتے چلے جارہے تھے کہ کسی کافر نے وار کیا اور آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا، لشکرِ اسلام کا پرچم فوراً بائیں ہاتھ میں تھام لیا، تلوار کافروں کے خون سے اور جسم اپنے لہو سے رنگین ہورہا تھا اسی حالت میں چلے جارہے تھے کہ اچانک ایک دوسرا وار آیا اور بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا، لیکن ہمت اور حوصلہ نہیں ہارا، اِنہیں کٹے ہوئے بازوؤں کو سینے سے چمٹا کر پرچم اسلام کو تھام لیا، شاید قدرت کو یہ ادا اتنی پسند آگئی کہ پھر زیادہ دیر نہیں لگی اور ایک وار نے اس بطل جلیل کو شہادت کے عظیم رُتبے پر فائز کردیا۔ تاریخ دین حق پر فداکاری و جانبازی کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی ہیں، اُن کی کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام عبد مناف ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابن عمؓ تھے سابقون اور اولون میں سے ہیں دین اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا نام بتیسواں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس برس بڑے تھے۔

نہایت حسین و جمیل نوجوان

ایک ایسا نوجوان جس کو اللہ تعالیٰ نے نہایت حسین اور خوبصورت پیدا فرمایا تھا پھر ان کا گھرانہ مکے کے امیر گھروں میں شامل تھا والدین کو اس نوجوان سے خوب محبت تھی، اس پر خرچ کرتے ہوئے وہ کنجوسی سے کام نہیں لیتے تھے۔

چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتا تھا، ایک جوڑے کی قیمت دو دو سو تک ہوتی تھی (جو اس زمانہ میں ایک بڑی رقم تھی) خوشبو ایسی استعمال کرتا کہ جس گلی سے گزرتا وہ گلی مہک جاتی تھی۔ میانہ قد، حسین چہرہ اور خوبصورت زلفیں پھر عمدہ پوشاک کہ ان ساری چیزوں نے مل کر اس کو مکہ کا حسین ترین نوجوان بنادیا تھا۔

جب والدین آسودہ حال ہوں اور لڑکا لطافت پسند اور نظافت کا دلدادہ، تو اس نوجوان کا زیادہ وقت آرائش و زیبائش اور بناؤ سنگھار اور زلفیں درست کرنے میں خرچ ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوتی۔

اس نوجوان کا بھی زیادہ تر وقت فضول کاموں میں صَرف ہوتا تھا، محنت اور جفاکشی کبھی حاشیہ خیال میں نہ گزری تھی بڑی عیش و عشرت کی زندگی گزر رہی تھی، نہ کسی چیز کا غم نہ کسی کا خوف، دنیا کی ساری نعمتیں میسر تھیں، زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی کہ ایسے وقت میں سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور ہوا جو دنیا کی تھوڑی سی مشقت پر آخرت کی دائمی راحت، چین و سکون اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حاصل کرنے کا طریقہ بتارہے تھے۔

یہ نوجوان جس کو ظاہری حسن، دنیاوی ناز و نعم اور مال و دولت کا وافر حصہ مل چکا تھا وہ باطنی طور پر فطرت سلیمہ، پاکیزہ سیرت دل و دماغ کی نظافت اور اخلاق سے بھی مالا مال تھا، چنانچہ جب حق کی دعوت کی آواز اس تک پہنچی اس نے لبیک کہا اور اسلام کے پہلے مرکز 'دارارقم' حاضر ہوکر اسلام کی دولت لے کر لوٹا۔

مگر یہ وہ زمانہ تھا جب حق کے پرستاروں پر ہر قسم کا ظلم وستم کفار نے روا رکھا تھا اور اہل اسلام پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی اس لئے اُنہوں نے ایک زمانہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا۔

لیکن حقیقت کب تک چھپ سکتی ہے؟ پھر توحید کی خوشبو اور سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی کس طرح چھپاتے؟ ایک دن نماز پڑھتے ہوئے عثمان بن طلحہ نے دیکھ کر گھر والوں کو بتا دیا۔ یہیں سے ان کی آزمائش شروع ہوئی، والدین کی محبت عداوت میں بدل گئی پہلے دینے کا معاملہ تھا تو اب چھیننے کا دور شروع ہوگیا۔ ناز و نعم کی ساری چیزیں ضبط ہوگئیں، رسیوں میں جکڑ کر تنہائی کی قید میں ڈال دیئے گئے اور موقع دیا گیا کہ اس دین کو چھوڑ دو پھر وہ محبت وشفقت پلٹ سکتی ہے جو پہلے تھی۔

مگر جس کی آنکھوں میں سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سما گیا ہو اس کو کسی اور سے محبت کی کیا ضرورت ہوتی ہے نہ دنیاوی کروفر کی، جوں جوں مصیبت و مشقت میں اضافہ ہوتا گیا' محبتِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی چنگاری کو ہوا ملتی گئی۔

یہ جوان جن سے زیادہ مکہ میں کوئی حسین، خوش پوشاک اور ناز و نعم کا پلا ہوا نہ تھا اس کی حالت یہ ہوگئی کہ ایک مرتبہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے کہ ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی اور اس پر بھی جابجا پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی یہ حالت دیکھ کر اور پہلی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آب دیدہ ہوگئے حتیٰ کہ جب یہ شہید ہوئے تو ان کو کفن کا کپڑا پورا میسر نہ ہوا کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پاؤں کی طرف 'اذخر' (ایک قسم کی گھاس) ڈال دو۔

یہ عظیم نوجوان صحابیٔ رسول حضرت سیّدنا مصعب بن عمیر القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ راہِ حق میں قربان کر دیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

فرشتوں نے غسل دیا

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق اوس سے تھا، ان کا والد ابو عامر اپنے قبیلے کا بااثر شخص تھا، دنیاوی اعتبار سے اس کو مالداری اور سرداری حاصل تھی، اسلام سے قبل اپنے مذہب سے لگاؤ تھا، نبی مدعود کا منتظر تھا، اپنے اوپر مذہبی رنگ چڑھایا تھا اور خاص لباس پہن کر راہب بن گیا تھا۔

شاید اس کی دین داری بغرض دنیا داری تھی، اس نے رہبانیت کو اللہ کی محبت کی بناء پر نہیں اپنایا تھا بلکہ قبیلہ میں اپنی جاہ وعزت جمانے اور قبیلے والوں پر اثر رسوخ پیدا کرنے کی خاطر اس نے ایسا کیا تھا، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پر جس کا وہ خود بھی منتظر تھا، پیچ پا نہ ہوتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف آوری سے اتنی بدلی ہوئی کہ مدینہ میں رہنا اس کیلئے دشوار ہوگیا اور مکہ کی طرف کوچ کر گیا، جہاں اس نے اس حسد و کینہ کو جو اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق چھپا رکھا تھا اس کا برملا اظہار کیا۔

وہ سمجھتا تھا کہ محمد نے میری سیادت اور سرداری پر قبضہ کیا، کیونکہ لوگوں کو اب حقیقی رہنما مل چکا ہے اس لئے ایسے راہبوں کی ضرورت نہ تھی، اس لئے اب لوگوں نے اس کی طرف التفات کرنا چھوڑ دیا جس کو وہ اپنی تذلیل سمجھتا تھا۔

معرکہ احد کیلئے کفار قریش کو اُبھارنے والوں میں یہ شخص بھی تھا اسی نے کفار مکہ کو یقین دلایا تھا کہ میری قوم (قبیلہ اوس کا یہ سردار تھا) مجھے دیکھے گی تو محمد کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ ہوجائے گی اور اسی زعم میں اس نے یہ کیا تھا کہ معرکہ احد میں کفار کی طرف سے سب سے پہلے یہی للکارنے آیا تھا اور اپنی قوم سے مخاطب ہوکر کہا تھا یا معشر الاوس انا ابو عامر اے گروہ اوس! میں ابو عامر ہوں۔ جس کا جواب یہ ملا اے فاسق! اللہ تعالیٰ کبھی تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے۔

جب اس نے دندان شکن اور خلافِ توقع جواب سنا تو کہنے لگا میری قوم میرے بعد بدل گئی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ راہب نہیں فاسق ہے اور فاسق کے نام سے ہی مشہور ہوا اور کفر وفسق کی حالت میں کافروں کے ملک میں کافر ہرقل کے پاس جہاں وہ فتح مکہ کے بعد بھاگ نکلا تھا' مرا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سعادت کی بات تھی کہ ایسے باپ کا بیٹا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں نورِ ایمان سے منور فرمایا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے فضلاء اور سرداروں میں شمار ہوئے۔

انہیں دینِ اسلام سے سچا لگاؤ تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص محبت تھی اور وہ اپنے والد کے کرتوت سے نالاں تھے، حتی کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اجازت ہو تو اپنے والد کو قتل کر دوں؟ مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر دین کا جذبہ تھا، وہ دینِ اسلام کے دفاع کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے شہادت کے متمنی تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کا رُتبہ عطا فرمایا اور بہترین انداز عطا فرمایا اور شہادت کے بعد ان کے ساتھ وہ قصہ پیش آیا جو نہ اس سے پہلے پیش آیا نہ بعد میں کبھی واقع ہوا۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ صبح غزوۂ احد کا معرکہ پیش آنے والا تھا، رات کو ان کی شادی ہوئی، انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رات اپنی بیوی کے پاس گزارنے کی اجازت لی، جس کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ صبح کے وقت ابھی انہوں نے غسل بھی نہ کیا تھا کہ آواز آئی کہ منادی جہاد کیلئے مسلمانوں کو پکار رہا ہے اسی وقت اٹھے اور مسلح ہو کر میدان کارزار کی طرف چل پڑے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس وقت صفوں کی درستگی فرما رہے تھے یہ بھی جا پہنچے اور انہیں غسل کا دھیان ہی نہ رہا۔

جب میدان گرم ہوا تو اس کا مقابلہ ابوسفیان سے ہوا ابھی ابوسفیان کو قتل کرنے ہی والے تھے کہ پیچھے سے شداد بن اسود جو ابن شعوب اللیثی کے نام سے معروف ہے اس نے ایسا وار کیا کہ ان کی بیوی کا دیکھا ہوا خواب پورا ہوا جو انہوں نے رات ہی کو دیکھا تھا کہ آسمان کا ایک دروازہ بند کر لیا گیا جس سے وہ سمجھ گئی کہ حنظلہ اس دنیا سے رُخصت ہونے والے ہیں، اس طرح ان کو شہادت کا درجہ مل گیا۔

مگر چونکہ وہ حالتِ جنابت میں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ انتظام کیا کہ فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کو غسل دلوایا جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ بارش کے پانی سے چاندی کے برتن میں آسمان و زمین کے درمیان حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔

جس کی وجہ سے ان کا لقب غسیل الملائکہ 'فرشتوں کا نہلایا ہوا' پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی ایسی فکر عطا فرمائے جو ہر فکر و خیال کو بھلا دے۔ آمین

حضرت سعد بن خثیمہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جذبۂ جہاد

آج ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ ہے مدینہ کی گلیوں میں ایک شور برپا ہے، ہر طرف جہاد میں نکلنے کی ترغیب ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میدان کارزار کی طرف جانے کیلئے ہر کوئی مشتاق ہے، مہاجرین وانصار ہر کوئی اپنی جان فدا کرکے دائمی سعادت حاصل کرنے کا متمنی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے شیداؤں کو لے کر روانہ ہونے والے تھے۔ ایک طرف یہ منظر تھا تو دوسری طرف اسی مدینہ کے گھر میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ باپ بیٹے سے کہہ رہے تھے بیٹا! ہم میں سے ایک کا عورتوں کے پاس رہنا ضروری ہے، اس لئے تم قربانی دو اور مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے دو۔

اگر دنیا میں کوئی بات ہوتی تو یقیناً اس کو ہزار بار قربان کرتا مگر یہاں تو سامنے جنت ہے، روح نکلنے کی دیر ہے کہ جنت کی حوریں منتظر ہیں۔ بیٹے نے ادب سے عرض کیا ابا جان! جنت کے سوا اور کوئی معاملہ ہوتا تو ضرور میں آپ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا لیکن مجھے اس سفر میں اپنی شہادت کی قوی اُمید ہے۔

باپ کی بھی یہی تمنا تھی کہ شہادت پا کر جنت پہنچوں اور بیٹا بھی دل میں وہی تمنا رکھتا ہے، دونوں ساتھ بھی نہیں جا سکتے تھے، اب انہوں نے مسئلہ اس انداز سے حل کیا کہ فرشتے بھی ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے ہوں گے باپ بیٹے نے آپس میں قرعہ ڈالا، بیٹا باپ سے زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا اور اسی کے نام قرعہ نکلا اور وہ شہادت کی راہ پر گامزن ہوا اور مرتبہ شہادت سے ہمکنار ہوا۔

یہ بیٹا جو غزوۂ بدر میں نہ صرف شامل ہوا بلکہ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوا، حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیعت عقبہ میں شریک ہونے پھر بنو عمرو کے نقیب بننے کی سعادت حاصل ہونے کے علاوہ انہیں یہ شرف بھی حاصل تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اول وہلہ میں انہی کے ہاں قیام فرمایا (جو بیت العزاب یا بیت الاعزاب کہلاتا تھا) پھر یہاں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان بنے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کی تلاش میں اپنے والد محترم کو چھوڑ تو گئے اور جنت میں بھی پہنچ گئے مگر ان کے والد جنت سے کبھی غافل نہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد کا موقع قریب کر دیا، اس وقت ان کے والد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے افسوس ہے غزوۂ بدر مجھ سے رہ گیا، اس میں شرکت کا بڑا خواہشمند تھا اور انتہائی شوق تھا مگر اس کی سعادت بیٹے سعد نے حاصل کر لی اور قرعہ اس کے نام نکلا۔ آج رات میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے کہ نہایت حسین وجمیل شکل میں جنت کے باغات اور نہروں میں سیر وتفریح کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے ابا جان! تم بھی یہیں آجاؤ، دونوں مل کر جنت میں ساتھ رہیں گے، میرے پروردگار نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل حق پایا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس وقت سے اپنے بیٹے کی رفاقت کا شوق ہے، بوڑھا ہو گیا ہوں، ہڈیاں کمزور ہو گئیں ہیں، اب تمنا یہ ہے کہ کسی طرح اپنے ربّ سے جا ملوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو شہادت اور جنت میں سعد کی رفاقت نصیب فرمائے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری فرمائی اور معرکۂ احد میں شہادت سے مشرف ہوئے۔

اس طرح باپ بیٹے جنت میں اکٹھے مل گئے اور دونوں کی خواہشیں پوری ہوئیں۔ (رضی اللہ عنہما و ارضاہ)

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر مومن کو یہ جذبہ عطا فرمائے کہ میدانِ جہاد جانے کیلئے قرعہ ڈالنے کی ضرورت پیش آجائے ورنہ آج مسلمان جس قدر ذلت کی چادر اوڑھے آرہے ہیں اس سے چھٹکارا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ ان سے راضی ہو میں تو ان سے راضی ہوں

آج وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ بکریاں لے کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو دیکھا مدینہ منورہ سنسان ہے، علاقہ مردوں سے خالی ہے، کیونکہ یہ وہ وقت تھا جب معرکۂ احد کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو لے کر کوچ کر چکے تھے اور زمانہ بھی وہ تھا کہ دلوں میں جہاد کا جذبہ، شہادت کا شوق ہر ایک کے دل میں تھا، کفار کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کی ہمت ہر کوئی رکھتا تھا، کفر کی نفرت دلوں میں پائی جاتی تھی، بچے بوڑھے اور جوان حتی کہ عورتیں تک میدانِ جہاد میں جانے کیلئے بے چین ہوتی تھیں وہ کوئی آج کا دور نہ تھا کہ خود جہاد کرے نہ اوروں کو جہاد کی طرف جانے کی اجازت دے اور حتی الامکان پابندیوں میں جکڑ کر قید و بند میں ڈال کر رخنہ ڈالا جائے، اس لئے مدینہ منورہ مردوں سے خالی تھا، انہیں حیرانی ہوئی، پوچھا کیا بات ہے کہ آج مجھے مدینے میں مرد نظر نہیں آرہے؟ بتایا گیا کہ اُحد کے پہاڑ پر کفار سے مقابلہ پیش آیا ہے، مسلمان وہاں جا چکے ہیں، اس لئے ایسی ویرانی ہے۔ یہ دونوں مسلمان ہوئے اور بکریاں چھوڑ چھاڑ کر میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہوگئے، ادھر میدانِ جنگ کا نقشہ کچھ یوں تھا کہ اوّلاً مسلمانوں کے دلیرانہ جانباز حملوں سے قریش کے پیر اُکھڑ گئے اور قریش کے سورما ادھر ادھر منہ چھپا کر اور پشت دکھا کر بھاگنے لگے۔ ساتھ آئی ہوئی عورتیں پریشان و بدحواس ہوکر پہاڑ کی طرف دوڑنے لگیں اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے۔ ادھر جن صحابہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھاٹی پر متعین کیا تھا اور ان سے فرمایا تھا کہ تم کسی حال میں اپنی جگہ سے نہ ہلنا، انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمان مالِ غنیمت جمع کر رہے ہیں وہ بھی مالِ غنیمت جمع کرنے والوں میں شامل ہوگئے جبکہ ان کے امیر نے سختی سے منع کیا مگر اس بھگدڑ میں ان کی آواز نہ سنی گئی، نتیجہ یہ نکلا کہ گھاٹ پر متعین امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صرف دس افراد رہ گئے۔

اس وقت کفار کی طرف سے میمنہ پر خالد بن ولید افسر تھے، انہوں نے جب گھاٹی کو خالی پایا تو حملہ کر دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھیوں سمیت جامِ شہادت نوش کر گئے، اب میدان خالی تھا۔ اب انہوں نے مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کیا جس سے مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ذرّہ برابر پیچھے نہ ہٹے۔

جس وقت حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو کر اپنے بھتیجے کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے تو یہی حالت تھی کہ مسلمانوں بالخصوص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کفار مسلسل حملہ آور ہو رہے تھے، یہ بھی اس جنگ میں شامل ہوگئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفاع کیلئے تیار ہوگئے۔ اتنے میں کفار کا ایک جتھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آگیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس جتھے کو کون دور کرے گا؟ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں دور کروں گا۔ پھر انہوں نے ان کی طرف تیر پھینکنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ پھر گئے، اس کے بعد دوسرا جتھا آیا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اس جتھے کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا اور اب انہوں نے اپنی تلوار سنبھالی حتی کہ وہ سب لوٹ گئے پھر ایک جماعت اور آئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ کون مقابلہ کرے گا؟ اس پر حضرت وہب مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خدمات پیش کیں اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قم وابشر بالجنۃ جنت کی بشارت کے ساتھ جاؤ، اس فرمان پر وہ خوش وخرم یہ کہتے ہوئے اٹھے، اللہ کی قسم! نہ کسی کو واپس ہونے دوں گا اور نہ خود اپنی واپسی کی کوشش کروں گا۔ یہ کہہ کر کفار پر تلوار سے حملہ کرتے ہوئے گھس گئے یہاں تک کہ آخری حد تک پہنچ گئے مگر یہ کب تک لڑتے، سینکڑوں زخم آچکے تھے یہ تو ایمانی غیرت، جنت کی بشارت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت تھی جو اب تک لڑتے رہے ورنہ زخموں کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان زخموں کے ساتھ بھی کوئی لڑ سکتا ہے۔ بالآخر کفار نے گھیر اڈال کر ان کو شہید کر دیا اور اپنا غصہ نکالنے کیلئے ان کا مثلہ کیا (ناک، کان، ہونٹ وغیرہ کاٹ دیئے)۔

آج حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کے نرغے میں تھے، تیر وتلوار کی بارش میں وہ کفار کا مقابلہ کر رہے تھے اور اس بے جگری و جانبازی سے لڑ رہے تھے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بطل جلیل بھی کہہ گئے کہ میں نے وہب جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی۔

ان کی شہادت کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو کفنایا اور خود ہی دفنایا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے کھڑا ہونا دشوار تھا مگر ان کی تدفین کے آخر تک کھڑے رہے، یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو میں تو ان سے راضی ہوں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب جتھا سامنے آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس لشکر کو مجھ سے دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں میرا ساتھی بنائے گا اس کے بعد یہ بڑھے اور جام شہادت نوش فرمالیا۔

حضرت وہب مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگرچہ اپنی زندگی میں زیادہ کارنامے انجام نہیں دیئے مگر پہلا اور آخری کارنامہ ایسا انجام دیا جس پر اکابر صحابہ تک رشک کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ میری خواہش کہ میں اس عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچوں، ہاں وہب کے عمل کے ساتھ اللہ سے ملاقات کی آرزو۔

یہ حضرت وہب بن قابوس المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے ایمان لانے کے بعد سوائے جہاد کے عمل اور کوئی عمل نہ کیا مگر جہاد کے اس عمل سے انہیں جو اللہ ورسول کی رضا حاصل ہوئی اس نے انہیں اکابر صحابہ کی نظر میں قابل رشک بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کو سمجھنے اور عملی شرکت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فرشتوں نے آسمانوں میں چھپا لیا

ابھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توحید کی طرف بلاتے ہوئے زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا، ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دارارقم بھی تشریف نہیں لے گئے تھے مگر جن کی فطرت نیک تھی انہیں توحید کی اس پکار میں اپنائیت نظر آئی، ان کے دلوں نے اس حق بات کو قبول کرنے میں تردد سے کام نہ لیا۔ ایسے خوش قسمت کم ہی تھے جنہوں نے اپنی جان و مال کی پرواہ کیے بغیر بالکل شروع وقت میں توحید و رسالت سے اپنا رشتہ جوڑا تھا کیونکہ اس وقت ایمان لانا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلنا تو دور کی بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت و تائید میں بولنا تک کفار کو برداشت نہ تھا۔ خاص کر اگر یہ معاملہ کسی اجنبی، غیر قریشی اور پھر غلام کی طرف پیش آجائے تو اس شخص کا تو خدا ہی حافظ۔

آج جس ہستی کا تذکرہ پڑھ، سن کر ایمان کو جلا دیئے اور کچھ کرنے کی ہمت باندھنے کا ارادہ ہے وہ کوئی صاحبِ حیثیت نہ تھی نہ خاندانی اعتبار سے، نہ علاقائی سطح پر کوئی ناموری تھی اور نہ معاشرہ میں اس کا کوئی مقام تھا۔ دنیاوی اعتبار سے وہ غلام تھے ان کی ذات پر دوسروں کا قبضہ تھا وہ اپنی مرضی سے کچھ نہ کرسکتے تھے ہر وقت آقا کی خدمت میں حاضرین دینا لازمی تھا، ان کا مال ان کا نہ تھا، ان کے ارادے کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوسکتی تھی جب تک آقا اس کی تصدیق نہ کردے۔ مگر ایمانی دعوت میں وہ مٹھاس تھی جو ہر چیز سے بڑھ کر تھی، توحید و رسالت کی آواز میں وہ نورانیت تھی جو دلوں میں جھانکتی تھی جب ایمان کی بات دل میں اُتر جاتی ہے تو بندہ اپنے آپ کو حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کا بندہ سمجھنے لگتا ہے پھر اسے اپنی حیثیت اور دوسروں سے تعلقات کا مرتبہ سمجھ میں آتا ہے۔

انہیں جب ایمان کی دعوت پہنچی تو باوجود غلام ہونے کے انہوں نے اسے گلے لگا لیا حالانکہ اس وقت مسلمان ہونے والوں کو طرح طرح سے آزمایا جارہا تھا۔ مختلف قسم کی سزائیں دی جارہی تھیں، تپتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹایا جارہا تھا، دہکتے انگاروں پر ڈالا جارہا تھا، کانٹوں پر گھسیٹا جارہا تھا، مارنا، گالی دینا، آوازیں کسنا اور دباؤ ڈالنا تو معمولی بات تھی پھر غلاموں کی تو کوئی حیثیت بھی نہ تھی۔ یہ ان لوگوں کا حوصلہ، ایمانی پختگی اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نصرت کا کرشمہ تھا کہ وہ ان سب مصائب کو خندہ پیشانی سے سہہ لیتے تھے اور اپنے دلوں کو خوب خوب منور کرتے تھے۔ انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو انہیں بھی مختلف نوعیت کی سزائیں دی گئیں، ایسی ایسی تکالیف پہنچائی گئیں کہ سلیم الفطرت آدمی اسے دیکھ کر بھی تکلیف محسوس کرتا تھا مگر ان کی غلامی کی بناء پر یہ کچھ نہ کرسکتے تھے، صرف دل و جان سے جس ذات کی خاطر قربانی دی جارہی ہے اس کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ آئے دن ان کو مختلف مصائب کا سامنا تھا۔ ایسے ہی دنوں میں سے ایک دن جب یہ کفار کے نرغے میں تھے اور کفار اپنا غصہ اُتار رہے تھے اور اس کیلئے مختلف حربے استعمال کررہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر وہاں سے ہوا، ان سے ان کی تکالیف دیکھی نہ گئیں، لہٰذا خرید کر آزاد کردیا۔ اب ہر دم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے مولیٰ بن چکے تھے اس طرح ان سے جو تعلق ہوگیا وہ ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی، دین پر استقامت اور دین کی خاطر مصائب جھیلنے کی بدولت ان کو ایمان و عمل کا وہ اعلیٰ مرتبہ نصیب فرمایا تھا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ان پر پکا اعتماد تھا جس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے اس کو خاص مصلحت کی بناء پر عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا گیا تھا، صرف چند ہی با اعتماد اور راز داں حضرات کے علم میں یہ بات تھی ان معتمد اشخاص میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

بلکہ انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کا شرف بھی ملا کیونکہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفارِ قریش کے نرغے سے باہر ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے ساتھ بٹھا لیا اس طرح مدینہ منورہ داخل ہوتے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح یہ بھی ساتھ تھے۔

مدینہ منورہ میں عام مہاجرین صحابہ کی طرح یہ بھی بیمار ہوئے، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کے طفیل صحت یابی ہوئی۔

غزوۂ اُحد میں انہوں نے شرکت کی اور دین اور اہل دین کی طرف سے دفاع کا فریضہ انجام دیا۔ بدری صحابہ ہونے کا مرتبہ حاصل کیا مگر اس موقع پر انہیں شہادت کا وہ عظیم رتبہ نہ مل سکا جس کی انہیں تلاش تھی اور وہ اس کو پا کر ربّ سے ملنے کے متمنی تھے البتہ غزوہ اُحد کے بعد اسی سال جو مشہور سریہ 'سریہ القراء' پیش آیا اس سریہ میں جو پاکیزہ جماعت شریک تھی اس میں یہ بھی شامل تھے اس سریہ میں جب ان کو شہادت کا مرتبہ ملنے لگا تو انہوں نے با آواز بلند کہا فزت واللہ اللہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا جس جملہ نے ان کے قاتل کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ قاتل میں، مقتول یہ اور یہ کہہ رہا وہ کامیاب ہوگیا مگر جب اس قاتل کو یہ بات سمجھائی گئی تو یہی بات اس کے مسلمان ہونے کا سبب بن گئی۔

حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ غلام تھے، رنگ کے کالے تھے، مال و اسباب سے خالی تھے، دنیاوی عزت و شہرت اور عہدہ سے تہی دامن تھے مگر تقویٰ، پاکیزگی، اللہ و رسول کی محبت، دین کا جذبہ، شہادت کا شوق اور اخلاق کی بلندی ان میں موجود تھی اور یہی وہ متاع ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ان کو شہادت کا مرتبہ حاصل ہوا تو فرشتوں نے ان کو آسمانوں میں چھپا لیا اور علیین میں اُتار دیا دنیا والوں کی نظروں سے غائب کردیا۔ (رضی اللہ عنہ وارضا)

یہ صحابیٔ رسول حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کردیا۔

ایک عجیب ولولہ

یہ سن گیارہ ہجری کی بات ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد عرب کے قبائل میں فتنہ ارتداد بھڑک اُٹھا اور لوگ کثرت سے مرتد ہونے لگے، لیکن خلافت پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ افروز تھے جنہوں نے اس دین کی خاطر سب کچھ قربان کیا تھا اور ان کو دین سے اس سے زیادہ محبت تھی جتنی کفار کو اپنی جان سے اس لئے انہوں نے گن گن کر ان مرتدین کی خبر لی۔

ان مرتدین میں طاقت وقوت اور جنگ و جدال کے اعتبار سے اور افرادی قوت کے لحاظ سے مسلیمہ کذاب ہی ایسا تھا جس سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ضرورت تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر روانہ فرمایا بعض وجوہ کی بناء پر اس کو شکست ہوئی، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صحابی کو ایک لشکر دے کر روانہ فرمایا جنہیں دربارِ رسالت سے 'سیف اللہ' کا خطاب ملا تھا۔

مسلیمہ کذاب کے ساتھ چالیس ہزار سے زائد جنگجو تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس بمشکل تیرہ ہزار مجاہدین تھے۔

بقول ابن جریر رحمہ اللہ 'مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی پیش نہیں آیا'۔

کیونکہ مسلیمہ کذاب کے ساتھیوں میں عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی حتی کہ صراحۃً کہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہے محمد سچا ہے اور مسلیمہ جھوٹا لیکن قبیلہ کا جھوٹا ہمیں زیادہ محبوب ہے (یعنی مسلیمہ) قبیلہ مضر کے سچے سے (یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

دونوں لشکروں کی نجد کے علاقے 'یمامہ' میں مڈبھیڑ ہوئی، ابھی لڑائی شروع ہو ہی رہی تھی کہ مسلیمہ کذاب کا بیٹا شرجیل نے لوگوں کو عصبیت کے ساتھ اُبھارنا شروع کیا کہ اے بنو حنیفہ! آج تم اپنی ناموس کیلئے کٹ مرو، ورنہ مسلمان تمہاری عورتوں اور لڑکیوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔ پھر مرتدین نے مسلمانوں پر اتنی تیزی سے اور زوردار حملہ کیا کہ مسلمانوں کی صفیں ٹوٹنے لگیں، پاؤں لڑکھڑانے لگے اور ان کے قدم پھسلنے لگے اور پیچھے کو ہٹنے لگے، لیکن معاً مسلمانوں نے جان لیا کہ اگر آج مسلیمہ کے سامنے شکست کھا گئے تو اسلام کی خاطر کوئی کھڑا نہیں ہوگا پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہو سکے گی، پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی لشکر کو از سر نو ترتیب دیا، مسلمانوں نے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور نہایت پامردی سے لڑنے لگے، مسلیمی لشکر کے جوان کٹ کٹ کر گرنے لگے، مگر وہ پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔

مسلمانوں کے سپہ سالاروں نے بھی خوب کمال دکھایا، خود بھی دادِ شجاعت دے رہے تھے اور اپنے اپنے ماتحت مجاہدین کو بھی اُبھار رہے تھے انہیں ابھارنے والوں میں بُراء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی تھے جب انہوں نے مسلمانوں کو خطرہ میں دیکھا تو ان کو سخت جوش آیا اور مسلمانوں کو پکارا:

این یا معشر المسلمین انا البراء بن مالك هلم الی

اے مسلمانوں کے گروہ! کدھر جاتے ہو میں براء بن مالک ہوں میری طرف آؤ۔

اے انصار! تم میں سے کوئی بھی مدینہ جانے کو نہ سوچے آج کے بعد تمہارے لئے کوئی مدینہ نہیں ہے بس اللہ تعالیٰ ہے پھر جنت! ان کا ابھارنا تھا کہ مسلمانوں کے اُکھڑے ہوئے قدم جم گئے اور انہوں نے تازہ دم ہوکر جوش کے ساتھ دشمنوں پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ دشمن کے قدم اُکھڑنے لگے، پھر مسلمانوں کا ایک جانباز دستہ جس میں براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے، مرتدین کی صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا مسلیمہ کے سر پر پہنچ گیا، مسلیمہ نے جب دیکھا کہ اب پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارہ ہیں ہے تو اپنے قلعہ بند باغ میں جا گھسا۔ اس باغ کا نام کذاب نے 'حدیقۃ الرحمٰن' رکھا تھا بعد میں اس کا نام 'حدیقۃ الموت' پڑ گیا۔

اس قلعہ کی دیواریں بہت اونچی تھیں اور دروازہ بہت مضبوط تھا، اس موقع پر براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا اور مسلمانوں سے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے تم ڈھال پر رکھو پھر مجھے اس باغ میں پھینکو، یا میں شہید ہو جاؤں گا یا تمہارے لئے دروازہ کھول دوں گا۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ڈھال پر بیٹھ گئے اور مسلمانوں نے انہیں حدیقۃ الموت تک پہنچا دیا جہاں یہ مسلیمی لشکریوں پر بجلی بن کر گرے، پھر دس دشمنانِ خدا کو قتل کرنے کے بعد دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے لیکن وہ خود زخموں سے چور چور ہو چکے تھے اور انہیں اس وقت اسّی سے زائد زخم آ چکے تھے۔ باغ کا دروازہ کھلتے ہی مسلمان فوج نے مرتدین کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا اور بیس ہزار مرتدین کا کام تمام کر دیا۔ مسلیمہ بھاگنے کی فکر میں تھا کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاک کر برچھا مارا جس سے وہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔

یہ گرد آلود، پراگندہ بال، دبلے پتلے سیّدنا براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت کی ایک مثال ہے ورنہ ان کی بہادری کے قصے اتنے ہیں جن کا احاطہ یہاں مشکل ہے حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاتی (باپ شریک) بھائی تھے۔ ان کی شخصیت میں مسلمانوں کیلئے کئی اسباب پنہاں ہیں۔ یہ یتیم تھے، کیونکہ ان کے والد مالک بن نضر، ام سلیم والدۂ انس سے ان کے اسلام لانے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے جہاں انہیں قتل کر دیا گیا۔ لیکن ان کی یتیمی نے ان کی بہادری اور ہمت میں کمی نہیں کی نہ انہیں میدانِ جہاد سے روکا چنانچہ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں وہ شریک رہے ہیں، بلکہ آخر زندگی تک لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوبصورت آواز کے مالک تھے مگر آج کے نوجوانوں اور جوانوں کی طرح وہ کوئی فنکار بنے نہ اداکار، بلکہ اس آواز کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں استعمال کرتے رہے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفروں میں یہ مردوں کے حدی خواں ہوا کرتے تھے۔

یہ ایسے کمزور جسم والے تھے کہ آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں جو ان کی طرف دیکھتا اس کو ان پر رحم آجاتا تھا لیکن جب یہ میدانِ جنگ میں اُترتے تو ان میں بلا کی قوت پیدا ہو جاتی اور شیر کی طرح بھپرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایران کے بادشاہ یزدگرد نے اپنے ایک سردار ہرمزان کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو اہواز اور فارس سے نکال دے، اس پر ہرمزان نے مسلمانوں سے مقابلہ کیلئے تستر کو اپنا ٹھکانہ بنایا، اسے اپنی افرادی قوت پر ناز تھا، اس لئے قلعہ سے باہر نکل کر لڑائی شروع کی، مگر مسلمانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر ایسا جواب دیا کہ اس کو منہ کی کھانی پڑی، اس معرکہ میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تن تنہا سو کفار قتل کئے اور جو دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر قتل کیے اس کے علاوہ ہیں۔

اسی معرکہ میں ایک دن دشمن نے مسلمانوں پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ اس وقت لوگوں نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ حدیث یاد دلائی جو ان کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی کہ کتنے ہی کمزور ضعیف، گرد آلود، پراگندہ بال، دو پرانی چادر والے جن کی طرف لوگوں کی کوئی توجہ نہیں ہوتی، ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوری فرما دیتا ہے اور براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے اللہ! میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو کامیابی عطا فرما اور مجھے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دے۔

اس کے بعد دشمن پر ٹوٹ پڑے اور خوب دادِ شجاعت دیتے رہے یہاں تک کہ ان کا مقابلہ ہرمزان سے ہوا جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا اور تازہ دم تھا، خوب مقابلہ ہوا پھر حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ایسا زخم لگا جس نے ان کو اپنے مقصد تک پہنچا دیا اور وہ سرخرو ہو کر اپنے پروردگار کے حضور پہنچ گئے۔ (رضی اللہ عنہما و ارضاہ)

حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم

عورتیں معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسا شخص پیدا کرنے سے عاجز ہیں، معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں جن کو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلمھم بالحلال والحرام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم قرار دیا ہے۔ (ترمذی، حدیث ۳۷۹۳)

ہجرت سے پہلے جب ستر (۷۰) انصارِ مدینہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عقبہ میں بیعت کی تو ان میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے، اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے کم سن تھے کہ داڑھی بھی نہیں نکلی تھی۔ غزوۂ بدر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس سال کے تھے اور تقریباً تمام غزوات میں آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، البتہ جنگِ حنین کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ مکہ کی تعلیم کیلئے مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بہت محبت تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، خدا کی قسم! مجھے تجھ سے محبت ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے بھی آپ سے اللہ کیلئے محبت ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو تم ہر نماز کے بعد کہا کرو: 'رب اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك'۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نعم الرجل ابو بکر، نعم الرجل عمر، نعم الرجل معاذ بن جبل یعنی ابو بکر اچھے آدمی ہیں، عمر اچھے آدمی ہیں، معاذ اچھے آدمی ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہی سے قضا شرعی کے بارے میں مشہور سوالات فرمائے تھے کہ کس طرح فیصلہ کرو گے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، اگر کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ملا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، اگر رسول کے فیصلے میں بھی کچھ نہ ملا تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حق تک پہنچنے کی کوشش میں کوتاہی نہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا، اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کی مرضی کے مطابق ہے۔

اور پھر یہی نہیں جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الوداع کہنے کیلئے خود تشریف لے گئے یہاں تک کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سامنے اونٹنی پر سوار کرایا اور اسی پر بس نہیں کی جب ان کی اونٹنی روانہ ہوگئی تو آپ کافی دیر تک ان کے ساتھ چلتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ اپنے محبوب فدا کار سے میری آخری ملاقات ہے اور وہ بہت دور جا رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جذبات کا اظہار بہت کم مواقع پر ثابت ہے لیکن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی تعلق کا کرشمہ ہے کہ اس موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے کچھ ایسے الفاظ صادر ہوئے جو ایک آنکھوں سے دور ہوتے ہوئے محبوب کو جدا کرتے وقت آپ کے دلی جذبات کے آئینہ دار تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یا معاذ! انك عسى ان لا تلقاني بعد عامي هذا ولعلك ان تمر بمسجدي او قبري 'معاذ بہت ممکن ہے کہ شاید اس سال کے بعد مجھ سے تمہاری ملاقات نہ ہو اب تم میری مسجد یا قبر کے پاس سے گزرو۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہ جانے کب سے اپنے جذبات کو ضبط کئے ہوئے ہوں گے یہ فقرہ سنتے ہی پھوٹ کر رو پڑے شاید پہلے یہ دل کو یہ تسلی دیتے رہے ہوں گے کہ یہ ایک ڈیڑھ سال کی جدائی ہوگی لیکن سرکار کی زبان سے یہ جملہ سنا تو یقین ہو گیا ہوگا کہ یہ جلوہ جہاں تاب اب جیتے جی نظر آنے والا نہیں ہے ان کے منہ سے آہ نکلی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، معاذ تم روؤ نہیں اور یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا رُخ موڑ کر مدینہ منورہ کی طرف کرلیا اور پھر فرمایا: ان اولى الناس بى المتقون من كانوا و حيث كانوا مجھ سے قریب ترین لوگ وہ ہیں جو متقی ہوں خواہ کوئی ہوں اور کہیں ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ یمن چلے گئے اور جب واپس آئے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے محبوب حقیقی کے پاس پہنچ چکے تھے۔ اس کے بعد شام جانے کا ارادہ کیا، پیش نظر غالباً یہ تھا کہ وہاں جہاد میں حصہ لیں گے، یہاں تک کہ شہادت کی منزل حاصل ہوجائے۔ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتا چلا تو انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ان کو مدینہ منورہ ہی میں روک لیجئے لوگوں کو ان کی ضرورت ہے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ انہوں نے ایک راستے کا انتخاب کرلیا ہے (یعنی شہادت کا) لہٰذا میں انہیں روک نہیں سکتا۔ چنانچہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام چلے گئے۔ یہاں آپ نے جہاد میں حصہ لیا، تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست راست بنے رہے۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب طاعون میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد امیر نامزد فرمایا، اس موقع پر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو سنایا کہ تم لوگ شام کی طرف ہجرت کروگے، وہ تمہارے ہاتھ فتح بھی ہوگا اور وہاں ایک ایسی بیماری ظاہر ہوگی جو پھوڑے یا گٹھلی کی طرح ہوگی۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت بخشے گا اور تمہارے اعمال کا تزکیہ فرمائے گا۔ اس کے بعد معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ!

اگر معاذ نے واقعۃً یہ ارشاد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سنا ہے تو انہیں اور ان کے گھر والوں کو بھی اس فضیلت سے وافر حصہ عطا فرما۔ چنانچہ طاعون ان کے گھر میں بھی داخل ہو گیا، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طاعون کی گٹھلی شہادت کی اُنگلی میں نکلی، آپ اسے دیکھ کر فرماتے اگر کوئی اس کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی دے تو وہ مجھے پسند نہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طاعون میں دیکھ کر ایک صاحب رونے لگے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس وجہ سے نہیں روتا کہ مجھے آپ کے ذریعے کوئی دنیاوی دولت ملتی تھی بلکہ اس علم پر رو رہا ہوں جو میں آپ سے حاصل کرتا تھا۔ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، علم کو بھی مت رو، دیکھو ابراہیم علیہ السلام ایک ایسی زمین پر پیدا ہوئے جہاں کوئی عمل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم عطا فرمایا لہٰذا میرے مرنے کے بعد چار افراد کے پاس علم تلاش کرنا: عبداللہ بن مسعود، سلمان فارسی، عبداللہ بن شداد اور ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بہرکیف دعا قبول ہوئی اور اسی طاعون میں آپ نے وفات پائی جبکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۳۳ یا ۳۷ سال سے زیادہ نہ تھی۔

کفار سر مبارک نہ کاٹ سکے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ایسا تو کوئی نہ تھا جس کی رگ رگ میں حمیت وشجاعت کا خون گردش نہ کر رہا ہو، دین کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ ان کیلئے سب سے بڑی سعادت تھی۔ مگر بعض صحابہ کی شان نرالی تھی ان کی شجاعت و بہادری سے کافر لرز جایا کرتے تھے، کفار ان کے نام نفرت سے ضرور لیتے تھے مگر مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی لہٰذا اپنی بزدلی چھپانے کیلئے ان کے سر کی قیمت لگادیتے تھے۔

آج جن صحابی کا ذکر ہے وہ بھی ان انوکھی شان رکھنے والوں میں سے ایک ہیں جن کے سر کی قیمت لگی تھی اور بہت بھاری قیمت لگی تھی سو اونٹ، اس وقت کے حساب سے سو اونٹ کی قدر یوں سمجھیں جیسے آج کل سو مرسڈیز گاڑیاں ہوتی ہیں یہ ایسے بہادر و جان نثار صحابی کا تذکرہ ہے جن کی شجاعت کا سکہ کفار کے دماغ میں بیٹھ چکا تھا جنہوں نے کفار کی نامی گرامی شخصیات کو جہنم پہنچانے کا فریضہ انجام دیا تھا جنہوں نے مسلمانوں کے بڑے بڑے دشمنوں کو راستہ سے ہٹا کر اسلام کیلئے راستہ صاف کیا تھا۔

جن کی بے باکی اور کفار پر شدت کا یہ عالم تھا کہ جب کسی کافر کو قتل کرنا ہوتو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خدمت انہی کے سپرد فرماتے تھے اور یہ فریضہ بخوبی انجام دیتے تھے۔ جن کی بے خوفی کی یہ حالت تھی کہ کافر کو تیر چلاتے وقت کہہ دیا کرتے تھے ابن الافلح ہوں۔ جن کو لڑنے کا حکم زبانِ رسالت سے جاری ہوا تھا، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استفسار پر انہوں نے عرض کیا کہ دشمن سے اس طرح لڑونگا کہ جب وہ سو ذراع پر ہو تو تلوار سے، اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ھکذا نزلت الحرب یعنی لڑائی اسی طرح نازل ہوئی جو لڑے اس طرح لڑے۔

اس جنگی مہارت اور حکمت کے ساتھ انہیں کفر سے شدید قسم کی نفرت بھی تھی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو نہیں چھوئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی کہ اے اللہ! مجھے بھی کوئی مشرک نہ چھوئے جب ایمانی حلاوت، دینی حمیت اور کفار کی عداوت سے کسی مؤمن کا صاف دل مرکب ہوجائے تو اس کے سامنے مجال ہے کہ کوئی کافر ٹک سکے۔ چنانچہ ان کے سامنے کفار کے مشہور بہادر آئے مگر منہ کی کھا کر جہنم سدھار گئے۔ غزوۂ احد میں انہوں نے ہی سلافہ بنت سعد کو غم واندوہ میں مبتلا کر کے اس کے سینے میں آتش غضب بھر دیا تھا۔ سلافہ غزوۂ احد میں قریش کی عورتوں کے ساتھ مردوں کو ڈھولک کی تھاپ پر جوش دلانے آئی تھی اور اپنے جوانوں کے سینے میں قبائلی غیرت بھرنے آئی تھی، میدان بدر کا غم اور انتقام یاد دلانے آئی تھی اور اپنے بیٹوں اور شوہر کو لڑتے دیکھ کر خوش ہونا چاہتی تھی۔ مگر اسے انتظار کے باوجود نہ بیٹوں میں سے کوئی نظر آیا نہ شوہر تک رسائی ہوئی، اچانک خون میں لت پت ایک بیٹے پر نظر پڑی، پاؤں سر پر رکھ کر بیٹے کا سر گود میں لیا اور پوچھا تجھے اس انجام تک کس نے پہنچایا۔ بمشکل بیٹا یہ الفاظ کہہ سکا کہ تیر مارنے والے نے کہا تھا انا ابن الافلح۔

پھر خاتون کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے تینوں بیٹوں کا قاتل یہی شخص ہے اب تو اس کے پاس رونے کیلئے آنسو بھی نہ تھا، شدت غضب سے بھر گئی اور یہ منت مانی کہ میں اس شخص کے سر کو حاصل کر کے اس کی کھوپڑی میں شراب پی کر دل کی بھڑاس نکالوں گی اور اعلان کرایا کہ جو شخص اس آدمی کے سر کو لاکر میری خدمت میں پیش کرے گا اسے منہ مانگا انعام دوں گی۔ بعض کہتے ہیں کہ سو اونٹ انعام میں دینے کا اعلان کیا۔ پھر کیا تھا منافقین و مشرکین ہر طرف سے ان کے در پے ہو گئے مگر آپ کا خیال ہے کہ وہ شخصیت چھپ گئی ہوگی؟ نہیں خدا کی قسم نہیں۔

منافقین کا ٹولہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دن ٹھہر کر اپنے کو مسلمان اور دینی تعلیم کا خواہش مند ظاہر کیا اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ ایک جماعت روانہ فرما دیجئے جو ہمیں احکامِ اسلام کی تبلیغ کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر انتخاب ان پر پڑی اور ان کو امیر مقرر فرما کر نو ساتھی اور ان کے ہمراہ کر دیئے۔

جب یہ لوگ مقام رجیع پہنچے تو ان بد باطن غداروں نے بد عہدی کی اور دو سو آدمیوں کو لے کر جن میں سو تیر انداز تھے ان کے تعاقب میں آگئے، جب ان حضرات کو خطرہ محسوس ہوا تو یہ ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے۔ ان غداروں نے کہا نیچے آجاؤ ہم تمہیں پناہ دیں گے مگر اس جماعت کا امیر نورِ نبوت سے حصہ پا چکا تھا، نورِ ایمان سے ان کا دل منور ہو چکا تھا، فرمایا کہ کافر کی پناہ میں کبھی نہ اُتروں گا (اللہ تعالیٰ آج کے مسلمانوں کو بھی یہ سبق سکھا دے) اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر دے، جو فوراً قبول ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی پھر جب لڑائی ہونے لگی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں تو میرے گوشت کی کافروں سے حفاظت فرما، اسکے بعد یہ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت سے کفار کے نوجوانوں کے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لینے لگی کہ خاطر خواہ انعام کے وہ مستحق ہو سکیں اور وہ اس کے تصور سے خوش ہو رہے تھے۔ ادھر سلافہ اپنا غم ٹھنڈا کرنے کیلئے تڑپ رہی تھی۔ کفار فرحاں فرحاں حضرت عاصم بن ثابت بن قیس اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر کاٹنے آئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر ان کے سر کی حفاظت کا ذمہ لے لیا تھا۔

یہ انعام کے متمنی جب قریب ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ بھڑوں کا ایک لشکر ہے جنہوں نے ان کی لاش کا احاطہ کر رکھا ہے جو کوئی کافر ان کے قریب آنا چاہتا، زہریلے ڈنگ مار کر دور بھگاتا ہے ناکام کوشش کے بعد انہوں نے آپس میں طے کیا کہ جب رات ہوگی یہ بھڑ دفع ہو جائیں گی تب آرام سے کاٹ کر لے جائیں گے۔

ابھی رات شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ سیاہ بادل نے آسمان کو گھیر لیا اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ان لوگوں نے اس سے پہلے اتنی تیز بارش دیکھی بھی نہیں تھی اور پھر بارش کے پانی نے سیلاب کی صورت اختیار کر لی اس کے بعد سیلاب نے ان کی لاش کو ایسی جگہ پہنچا دیا کہ کفار ان کی لاش کو تلاش کر کر کے تھک تو ضرور گئے مگر انہیں اپنی تمنا سے نامراد و خاسر پلٹنا پڑا۔ آج بھی اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت میں اپنے آپ کو لگا دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کا انتظام کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو شعور عطا فرما دے۔

شہادت کے وقت ایثار و قربانی

اللہ تعالیٰ اگر کسی کی جبلت میں فطرتِ سلیمہ پیدا فرمادے تو ہزار تاریکیوں کے باوجود کبھی نہ کبھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حق میں آزمائش کا ذریعہ اور اہل یقین کی صداقت کا سبب بنایا تھا وہ مسلمانوں کو سخت سے سخت اذیتیں دیتا تھا۔

ظاہر ہے کہ باپ کی خوشنودی کی یہی صورت تھی کہ بیٹا بھی ان لوگوں کو اپنا دشمن سمجھے جن کو باپ دشمن سمجھتا ہے اسلئے حضرت عکرمہ بھی مسلمانوں کے کٹر دشمن بن گئے۔ جن کی اسلام دشمنی کو دیکھ کر ان کا والد مسرت کا اظہار کیا کرتا تھا۔

پھر جب ان کے والد کو دو بچوں نے غزوہ بدر میں ہلاک کر دیا اور اس اُمت کا فرعون ذلیل ہو کر جہنم رسید ہوا تو اب صرف اسلام کی دشمنی نہ تھی بلکہ والد کا انتقام بھی سینے میں موجزن تھا، یہی وجہ ہے کہ غزوۂ احد کیلئے ابوسفیان کو اُکسانے والوں میں حضرت عکرمہ بھی شامل تھے۔

پھر غزوۂ احد میں جو مسلمانوں کو سخت نقصان ہوا اس میں خالد بن ولید کی طرح ان کا بھی دخل تھا۔ غرض انہوں نے مسلمانوں کو اتنا نقصان پہنچایا تھا اور دشمنی میں اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بے پایاں شفقت کی بناء پر تمام لوگوں (جو ہر اعتبار سے مسلمانوں کے دشمن تھے) معاف کر دیا۔ ایسے موقع پر بھی ان کو قابل معافی نہ سمجھا گیا۔ اعلان ہوا کہ اگر ان کو خانہ کعبہ کے پردہ سے چمٹا ہوا بھی کوئی پائے تب بھی قتل کر دے۔ (اس حکم میں ان کے ساتھ دو خاتون اور تین مرد اور بھی تھے) ان کو بھی کسی طرح اپنی جان بچنے کی اُمید نہ تھی۔ چنانچہ راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے یمن کی طرف چل پڑے مگر ایمان اسی راہِ فرار میں ان کا منتظر تھا۔ ہوا یہ کہ جب یمن جانے کیلئے کشتی پر سوار ہونے لگے تو ملاح نے کہا، اپنی نیت خالص کر لو پھر پار لگا دوں گا۔ انہوں نے پوچھا، نیت کیسے خالص کرلوں؟ اس پر ملاح نے کہا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ انہوں نے کہا اسی سے تو بھاگ رہا ہوں۔ یہیں سے واپس ہوئے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ واقعہ یہ پیش آیا کہ سوار ہونے کے بعد تبرک کیلئے 'لات وعزیٰ' کا نعرہ لگایا جس پر ساتھیوں نے کہا کہ یہاں ان کا کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں تو صرف خدائے وحدہٗ کو پکارنا چاہئے بس یہ سننا تھا کہ اس بات نے کچھ اس طرح اثر کیا کہ وہ بول اُٹھے، جب دریا میں خدائے واحد ہے تو پھر خشکی میں بھی وہی ہے کیوں نہ **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پیروی کرلوں؟

ادھر ان کی اہلیہ اُم حکیم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کیلئے امان طلب کی جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بھی پناہ دے دی۔

یہ اُمِ حکیم اپنے شوہر کی تلاش میں اس طرف آنکلیں۔ راستے میں دونوں کی ملاقات ہوگئی۔ ام حکیم نے کہا کہ میں تمہارے پاس سب سے نیک، سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے پاس سے آرہی ہوں۔ انہوں نے تمہیں بھی پناہ دی ہے۔

میرے ماں باپ قربان ایسی ہستی پر کہ ایک عورت کی طلب پر اس دشمن کی جان کو بخش دیا جس نے پوری زندگی اسلام کو مٹانے میں صرف کردی تھی۔ نہ صرف جان بخشی بلکہ دل سے معاف فرمادیا اور جب وہ مسلمان ہونے کیلئے حاضر ہوئے تو خوشی کی انتہا نہ رہی اور انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ ان کے استقبال کیلئے کھڑے ہوگئے، گلے سے لگالیا اور فرمایا: مرحبا بالراکب المهاجر (پردیسی سوار خوش آمدید)۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اہلیہ کی طرف سے اشارہ کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ان کا کہنا ہے کہ آپ نے میری جان بخش دی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا 'ہاں'۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس بے انتہا محبت وشفقت کو دیکھا اور اپنی سابقہ دشمنی کا جائزہ لیا تو سر ندامت سے جھک گیا۔ اسلام قبول کر کے اپنی سابقہ غلطیوں کی معافی طلب کی اور دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرمادے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمادی۔ اسی وقت انہوں نے اس بات کا اظہار فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے اپنی جاہلیت میں اسلام کی دشمنی میں جتنا مال خرچ کیا تھا اس سے دُگنا مال اسلام کے راستے میں خرچ کروں گا۔ جتنی لڑائی اسلام کے خلاف لڑی اس سے دُگنی لڑائی اسلام کی خاطر جنگ لڑوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایک دستہ کا امیر مقرر فرمایا۔ انہوں نے ایسی جانبازی کے ساتھ لڑائی لڑی کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عش عش کر اُٹھے۔ ان کا سینہ اور چہرہ تک زخمی ہوگئے۔ لوگوں نے ان سے کہا بھی کہ اپنے حال پر رحم کریں۔ فرمایا، لات وعزیٰ کی خاطر تو اپنی جان کھپاتے تھے تو کیا اب اللہ ورسول کی خاطر جان قربان نہ کر کے بچا کے رکھوں؟ اسی جنگ میں جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے قدم ڈگمگا رہے ہیں۔ انہوں نے موت پر بیعت لی اور پامردی سے خود بھی لڑتے رہے اور جامِ شہادت نوش کیا۔

ان جنگی مہمات میں صرف اپنی جان کو نہیں لگایا، بلکہ اپنی دولت بھی لٹاتے رہے اور اپنے سابقہ قول 'اسلام کی خاطر اپنی جان ومال کو اس سے دوچند لگاؤں گا، جتنا اسلام کے خلاف استعمال کرتا تھا' کو سچ ثابت کرتے رہے۔ یہ تو صرف میدانِ جہاد میں ان کی کارکردگی تھی۔ دوسری عبادات میں بھی وہ اسی ذوق وشوق کے ساتھ جمے رہے۔

ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ان سے محبت ہوگئی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جوان کے اسلام قبول کرنے کیلئے آمد کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتاؤ ان کے ساتھ کیا اور اس سے بھی کہ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد بعض لوگوں نے جب اے اللہ کے دشمن کے بیٹے! کہہ کر پکارا جس سے ان کو تکلیف ہوئی اور انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ان کی خاطر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا:۔

'لوگ جان لیں جو جاہلیت کے زمانہ میں معزز تھے، وہ اسلام میں بھی معزز ہیں۔ کسی کافر کی وجہ سے کسی مسلمان کے دل کو دکھ نہ پہنچاؤ۔ عکرمہ کے باپ کو گالی نہ دو، اس لئے کہ میت کو گالی دینے سے اس کے لواحقین کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ گالی میت کو نہیں پہنچتی'۔

ان کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خوب محبت وعقیدت تھی۔ ویسے تو اسلام لانے کے بعد انہوں نے اپنی بقیہ زندگی مجاہدات اور عبادات میں گزاری اور ہر لمحہ کو قیمتی بنا کر تلافی مافات کی بھرپور کوشش کی مگر ان کا وہ واقعہ جو شہادت کے وقت انہوں نے آنے والی نسلوں کیلئے نمونہ ایثار چھوڑا وہ ناقابل فراموش ہے۔ وہ یہ کہ جب ان کی حالت جان کنی کی ہوئی اس وقت ان کے قریب دو ساتھی اور تھے حارث، عیاش یا سہیل۔ انہوں نے پانی طلب کیا۔ جب پانی لایا گیا تو دیکھا سہیل یا عیاش ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ۔ جب وہ ساقی ان کے پاس گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حارث ان کی طرف دیکھ رہے ہیں انہوں نے اشارہ کیا کہ پہلے حارث کو پلاؤ۔ جب حارث کے پاس گئے تو وہ شہید ہو چکے تھے۔ واپس دونوں کے پاس یکے بعد دیگرے آئے تو یہ دونوں بھی شہید ہو چکے تھے۔ (الاستیعاب، ج ۳ ص ۱۰۸۲)

اس طرح تینوں دنیا کے پانی کو چھوڑ کر حوضِ کوثر سے جام پینے کیلئے روانہ ہوگئے اور آنے والوں کیلئے ایثار کا ایک عظیم نمونہ چھوڑ گئے۔

اسلام کے سچے سپاہی

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لڑائی بلکہ تمام جنگوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ تھے۔ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سانولے رنگ کے تھے، قد لمبا تھا، سر پر بال کم تھے، مستقیم القامت تھے، آنکھیں سرخ اور مونڈھے چوڑے تھے۔ غزوہ بدر سے جنگِ تبوک تک تمام میں شرکت فرمائی۔ جنگِ یمامہ میں آپ کا ایک کان شہید ہو کر زمین پر گر کر پھڑک رہا تھا مگر آپ نے جنگ جاری رکھی اور دشمنوں کو حاوی نہ ہونے دیا۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ارشادِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مطابق حبشہ کی جانب پہلی ہجرت کی تھی اور اس سر زمین پر پہنچ کر حضرت مبشر بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر آپ کی مواخات حضرت حذیفہ بن یمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کروائی تھی مسجد قبا کی تعمیر سے متعلق ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ایک مکان کم ہے کیونکہ اسلام پھیلتا جا رہا تھا اور صحابہ کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا، آپ سے مشورے کیلئے ایک وسیع و عریض جگہ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پتھر جمع کرنا شروع کیے اور مسجد قبا کی تعمیر کی۔ یہ مدینہ منورہ کی پہلی مسجد تھی جو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں تعمیر ہوئی۔ حجاج کرام اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر عمرے کا ثواب پاتے ہیں ہجرت کے چھ سال بعد مسجدِ نبوی کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گارا اُٹھا کر لا رہے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ تعمیر عروج پر تھا، سب لوگ ایک اینٹ اُٹھاتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو اینٹیں اُٹھاتے، جب آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا تو اسی تعمیری میدان میں آپ کو شہادت کی خوشخبری ان الفاظ میں سنائی 'اے عمار! سنو تم کو باغی فرقہ قتل کرے گا اور تم اہل جنت میں سے ہو'۔

ایک اور جگہ ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عمار! آخری گھونٹ جو تم پیو گے وہ دودھ کا ہوگا۔

یہ دونوں احادیث آپ کی شہادت کے وقت حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں قبلتین یعنی مسجد اقصیٰ اور حرم کعبہ کی جانب منہ کر کے نماز ادا کیں۔ اسی طرح آپ نے دو ہجرتیں کیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو بزرگ ارکان میں شامل ہیں جنہوں نے بیعت الرضوان کی تھی۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم سن تھا۔

ابتدائے اسلام کے وقت ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرما چکی تھیں، ابو جہل نے ان کے ساتھ انتہا درجہ کا وحشیانہ (معاملہ) کیا تھا جسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس ظلم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئیں۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی راہ میں یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اسلام کیلئے سب سے پہلے شہید ہونے والی ذات آپ کی والدہ محترمہ تھیں اور جب جنگِ بدر میں ابو جہل واصل جہنم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل کو قتل کر دیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل خانۂ نبوت سے بے حد محبت فرماتے تھے، آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت اُنسیت رکھتے اور خاص خیال فرماتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا کہ عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا 'خوش آمدید پاکیزہ ومصفا بزرگ'۔ ایک مرتبہ عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں کسی بات پر تنازع ہوگیا جس میں خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کی شان میں کوئی نامناسب جملہ کہہ دیا، جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر ناراض ہوئے اور فرمایا اے خالد! عمار کو برا نہ کہو، جو اسے بار کہتا ہے اللہ اسے برا کہتا ہے اور جو انہیں مبغوض رکھتا ہے اللہ اسے مبغوض کرتا ہے اور جو عمار کی تحمیق کرتا ہے اللہ اس کی تحمیق کرتا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ دن میرے لئے بڑا سخت دن تھا، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغفار کی دعا کی درخواست کی اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی معافی طلب کی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں انہیں کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا، آپ ایک سال نو ماہ اس عہدے پر فائز رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبل کوفہ کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، کوفہ کے لوگ کسی کو بھی خاطر بھی نہ لاتے تھے، پہلے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور پھر حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کروایا پھر مغیرہ بن شیعہ کو گورنر فرمایا۔ اس معزولی پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، تم معزولی کے بعد ناراض تو نہیں ہو؟ وہ بولے، میں نہ تو اس امارت پر خوش تھا اور نہ اب عزل سے خوش ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومت میں شامل تھے اور کسی تحقیق کے سلسلے میں مصر گئے تھے، کافی عرصہ بعد وہاں سے واپسی ہوئی اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسرِ خلافت آئے تو انہوں نے اپنے تمام اُمور میں عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشیر مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمرکاب ہوئے۔ اس کے بعد جنگ صفین کا معرکہ پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک روایت میں نواسی (۸۹) برس اور دوسری میں اکیانوے (۹۱) برس لکھی ہے اس عمر میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجاعت اور دلیری کا ثبوت دیا۔ یہ جنگ ربیع الثانی میں ہوئی تھی ایک موقع پر آپ نے پانی مانگا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھتے ہی فرمایا عمار! آخری گھونٹ......اور میدانِ جنگ میں جا گھسے اور اس بے جگری سے لڑے کہ آخر کار شہادت پائی۔ شہادت کے بعد بغیر غسل کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ پڑھائی اور وہیں دفن کردیا۔ علم وفضل میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کمال حاصل تھا۔

طارق بن زیاد کی قوت ایمانی

جنگ کا آغاز

یہ رمضان کا مہینہ تھا، ۲۷ ویں شب تھی، مسلمان رات بھر عبادت و ریاضت، ذکر و تلاوت اور دعاؤں میں مشغول رہے۔ تلواریں اور خنجر تیز کر لئے گئے، گھوڑوں پر زینیں کس لی گئیں، افق پر سحر کے آثار نمودار ہوئے تو سرزمین اندلس پر مجاہدین کی اذانیں ہوا کے دوش پر دور دور تک سنائی دے رہی تھیں۔ نمازِ فجر کے بعد مجاہدین اسلام میدانِ جنگ میں صف آراء ہوئے۔

یہ ۲۷ رمضان المبارک ۹۲ھ (۱۹ جولائی ۷۱۱ء) کی تاریخی صبح تھی۔

یہ وہی یادگار دن تھا جس میں طارق بن زیاد کے دل سے نکلنے والی دعاؤں کو اقبال مرحوم کے تخیل نے زبان بخش کر اس شہرہ آفاق نظم میں ڈھال دیا ۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو — عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن — نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے — قبا چاہئے اس کو خونِ عرب سے

جنگ کے نقارے پر چوٹ پڑی اور دونوں لشکر ایک دوسرے پر چل پڑے۔ بارہ ہزار افراد پر مشتمل اسلامی لشکر کے اکثر سپاہی پیدل تھے۔ ان کے پاس ننگی تلواروں، عربی کمانوں اور نیزوں کے سوا کوئی اسلحہ نہیں تھا، جبکہ راڈرک کی اکثر فوج گھڑ سوار تھی۔ وہ زرہ بکتروں میں ملبوس تھے اور ہر قسم کا بہترین اسلحہ انہیں مہیا تھا۔ ان کیلئے خوراک و رسد اور کمک کی بھی کوئی کمی نہ تھی، خود راڈرک بڑے غرور کے ساتھ قلب لشکر میں پہیوں والے شاندار مرصع تخت پر بیٹھا ہوا تھا، اس تخت کے آگے دو گھوڑے جوتے گئے تھے۔ راڈرک اس متحرک تخت پر بیٹھے بیٹھے اپنی فوج کا جائزہ لے رہاتا اور اسے احکامات دے رہا تھا۔

گھمسان کی جنگ میں دونوں فریقوں کا جوش و خروش قابل دید تھا۔ نصرانیوں کے گھڑ سوار دستے جب گرد و غبار کے بادل اُڑاتے پیادہ مسلم سپاہیوں پر حملہ آور ہوتے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سامنے آنے والی ہر شے تہہ و بالا ہو جائے گی اور مزاحمت کرنے والے مسلمان گھوڑوں کے سموں تلے کچل جائینگے، مگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے تربیت یافتہ تابعین کی سرکردگی میں لڑنے والے بربر مجاہدین اپنی جگہ سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹتے۔ ان کی صفوں میں ذرہ برابر رخنہ پیدا نہ ہوتا، وہ حملہ آور گھڑ سواروں کو نیزوں کے انیوں اور تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیتے اور ان کی بڑی تعداد کو خاک و خون میں لت پت کر کے بقیہ دشمنوں کو پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیتے۔

یہ یادگار جنگ ایک دو نہیں، پورے آٹھ روز تک بڑی شدت سے جاری رہی، شروع میں عیسائیوں کے حوصلے اپنی تعداد کی کثرت سے باعث بلند تھے۔ مجاہدین اسلام کی عددی کمی کو اپنی فتح کا پیش خیمہ سمجھ رہے تھے مگر چند روز کے خونریز معرکوں نے نصرانیوں کو یہ یقین دلا دیا کہ ان کا مقابلہ ایک ایسی قوم سے ہے جس کو محض عددی اکثریت اور اسلحے کی برتری کی بناء پر شکست دینا ناممکن ہے۔

شاندار فتح

۵ شوال کو دونوں فریق لڑتے لڑتے نڈھال ہو چکے تھے، تاہم مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے اور ان کی روحانی قوت اور ایمانی جوش و جذبے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا جبکہ نصرانیوں کے نہ صرف کس بل نکل چکے تھے ان کی ہمت بھی جواب دے چکی تھی لڑائی کے دوران مجاہدین نے نصرانیوں میں کم ہمتی کے آثار محسوس کر کے ان کے دونوں بازوؤں پر چند جارحانہ حملے کر کے ان کی صفیں چیر دیں اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ لشکر کے دائیں اور بائیں حصے کی شکست کے باوجود راڈرک لشکر کے مرکزی دستے کو بڑی پامردی سے لڑاتا رہا، یہ دیکھ کر طارق بن زیاد اپنے کچھ جانثاروں کے ساتھ حریف کے قلب کی صفوں میں گھس گئے، ان کی نظر راڈرک پر پڑی تو للکار کر کہا، 'یہ ہے عیسائیوں کا بادشاہ' اور اس کے محافظوں کے گھیرے کو توڑتے ہوئے اس طرف بڑھے، راڈرک موت کو اپنی طرف لپکتے دیکھ کر بدحواس ہو کر بھاگ نکلا اور پھر اس کا کچھ پتا نہ چلا۔ دریائے گواڈالیٹ کے کنارے دلدل میں اس کا سفید گھوڑا پھنسا ہوا ملا، اس کا ایک جواہرات سے مرصع زرتار کرتا اور ایک سنہرا موزہ بھی اس دلدل میں پایا گیا جس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جان بچانے کیلئے دریا میں کود کر غرق ہو چکا ہے۔ راڈرک کے فرار ہوتے ہی دشمن نے میدان خالی کر دیا تھا، لاشوں کو شمار کیا گیا تو تین ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے جبکہ عیسائی مقتولین ان گنت تھے۔

اظہارِ مسرت

وادی لکہ کا یہ معرکہ اندلس کی فتح کی کلید بن گیا، عیسائی اس کے بعد کہیں قدم جما کر نہ لڑ سکے اور مسلمان دشمنوں کے شہروں کو آسانی سے فتح کرتے چلے گئے۔ طارق بن زیاد نے ان فتوحات کی مسرت میں چند عربی اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

ہم آبنائے میں ایسی کشتیوں پر سوار ہوئے جن کی درزیں ڈامر سے بند کی گئی تھیں۔ اس اُمید میں کہ اللہ نے ہم سے ہماری جان، مال اور اہل و عیال کو خرید لیا ہے اس جنت کے بدلے میں جس میں جب بھی ہمیں کسی شے کی خواہش ہو گی وہ ہمیں مل جائے گی۔ ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ کس طرح ہماری جانیں لگاتار قربان ہو رہی ہیں اس لئے کہ ہمیں اس سے کہیں زیادہ قابل قدر شے (یعنی جنت) بدلے میں حاصل ہو رہی ہے۔

فاتح بیت المقدس

فاتح بیت المقدس حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ جب بیت المقدس کو فتح کرنے کو نکلے تو ان کے ساتھ جذبہ ایمانی اور جذبہ جہاد سے سرشار سترہ ہزار فوج تھی جنگ سے ایکدن پہلے حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ نے سترہ ہزار فوج سے خطاب کیا، اے میرے مجاہدو! یہاں سے مصر بہت دور ہے مگر جنت بہت قریب ہے اگر اب بھی کسی کو مصر جانا ہے تو وہ مصر چلا جائے اور جسے جہاد کرنا ہے وہ ہمارے ساتھ چلے۔

اللہ اللہ! یہ سننا تھا کہ ساری کی ساری اسلامی فوج نے حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کی آواز پر لبیک کہا۔

صلاح الدین ایوبی پر یہودیوں کا وار

جب عیسائیوں اور یہودیوں نے حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کا جوشِ ایمانی دیکھا تو حسین وجمیل عورتوں سے اس پر وار کیا۔
عورتیں بن سنو کر حضرت صلاح الدین ایوبی کے دربار میں آگئیں تاکہ وہ شہوت پرستی کا شکار ہو۔

مگر اللہ اکبر! حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ جن کی نظروں میں سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوے بسے ہوئے تھے وہ کہاں ان عورتوں کی طرف دیکھتا۔

یہودی، عیسائی کیا دیکھتے ہیں کہ جب وہ عورتیں حضرت صلاح الدین ایوبی کے دربار سے نکلتی ہیں تو سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر نکلتی ہیں۔

صلاح الدین ایوبی رو پڑے

مسلمانوں کا جذبہ جہاد سے سرشار سترہ ہزار فوج نے تین لاکھ یہودیوں کو جہنم رسید کیا۔ آخر کار مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کرلیا۔ یہ وہ بیت المقدس ہے جہاں سے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سفرِ معراج شروع ہوا۔

اسلامی تاریخ کے اعتبار سے سفرِ معراج کی شب رجب شریف کی ستائیسویں رات ہے اور اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے مسلمان مجاہدین کے جوشِ ایمانی کی بدولت یہ انعام دیا کہ جس دن حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ نے بیت المقدس فتح کیا اُس دن رجب کے مہینے کی چھبیس تاریخ تھی۔ جب مسلمان مجاہد آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے تو کیا دیکھا حضرت صلاح الدین ایوبی سجدے میں جا کر رو رہے ہیں۔ مسلمان مجاہدین نے کہا کہ آج تو فتح کا دن ہے، خوشی کا دن ہے آج یہ رونا کیسا؟

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نگاہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے دور تک دیکھتی ہیں حضرت صلاح الدین ایوبی نے کہا، تمہاری نگاہیں بیت المقدس کی فتح پر ہے اور میری نگاہیں یہ دیکھ رہی ہیں کہ جیسے بیت المقدس آج آزاد ہوا ہے کل اسی طرح مسلمانوں سے چھین لیا جائے گا۔

افسوس صد افسوس! آج بیت المقدس ہم سے چھین لیا گیا۔ آج قبلہ اوّل یہود ونصاریٰ کے قبضے میں ہے۔

بیت المقدس میں داڑھی منڈھا امام

ایک مسلمان سیاح لکھتا ہے کہ جب میں بیت المقدس گیا یہ اس وقت کی بات ہے جب بیت المقدس مسلمانوں کے پاس تھا۔ وہ سیاح لکھتا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے دیکھا کہ قبلہ اوّل بیت المقدس میں بغیر داڑھی کا امام تھا۔

بیت المقدس میں رمضان

وہ سیاح مزید لکھتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ تھا جب میں بیت المقدس میں تراویح پڑھنے کیلئے پہنچا۔ جب تراویح شروع ہوئی تو کیا دیکھا کہ الم تر سے تراویح شروع ہوئی۔ مجھے بڑا افسوس ہوا کہ قبلہ اوّل بیت المقدس میں حافظ قرآن نہیں جو قرآن مجید تراویح میں سنائے۔

بیت المقدس کے سامنے جوئے کے اڈے

آہ صد آہ! سیاح لکھتا ہے کہ اب تو لکھنے کو میرے ہاتھ کانپتے ہیں دل خون کے آنسو رو رہا ہے مجھے تو خود لکھنے میں شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں نے نماز کے بعد کیا دیکھا کہ بیت المقدس کے عین دروازے کے سامنے جوئے اور شراب کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ دوسرے ممالک سے نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ عیاشی کرنے کیلئے بیت المقدس آتے تھے۔

مسلمانو! جس مسجد کے ارد گرد بڑے بڑے انبیائے کرام علیہم السلام کے مزارات ہوں، جہاں سے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفرِ معراج شروع فرمایا، جہاں معراج کی رات ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیائے کرام علیہم السلام کو سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقتدی ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا افسوس آج وہاں عیاشی کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔

مفتی اعظم فلسطین کا مشورہ

مفتی اعظم فلسطین ہمیشہ فلسطینیوں کو مشورہ دیتے تھے کہ اے فلسطینیو! تم اپنے گھر، اپنی دوکانیں، اپنے ہوٹل، اپنی جائیدادیں زیادہ دام مال کی لالچ میں یہودیوں کو مت بیچو ورنہ یہ تم پر مسلط ہو جائیں گے۔

کیونکہ فلسطینی اپنے گھر اور اپنی جائیدادیں لاکھوں روپے زیادہ لے کر یہودیوں کو بیچ دیتے تھے۔ مفتی اعظم فلسطین نے فرمایا، یہودی بڑا مکار ہے یہ تم سے تمہاری جائیدادیں زیادہ دام میں خرید کر اپنی اکثریت قائم کر کے تمہارا جینا حرام کر دے گا مگر دولت کے نشے میں چور فلسطینی حضرات نے مفتی اعظم کی بات نہ مانی اور آج پوری طرح فلسطینی مسلمانوں پر یہودی قابض ہیں مسلمانوں کو مارا اور کاٹا جا رہا ہے۔

صلاح الدین ایوبی کی قوت ایمانی

حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ جب تک زندہ تھے۔ یہودیوں کو ایک انچ زمین پر بھی قبضہ نہ کرنے دیا مگر مسلمان جب سے عیش و عشرت اور بداعمالیوں کا شکار ہوئے یہودی ہم پر قابض ہو گئے۔

جب یہودی بیت المقدس پر قابض ہوئے تو یہودی جرنیل حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کی قبر پر آ کر کہنے لگا، اے صلاح الدین ایوبی! اُٹھ اور دیکھ آج میں نے تیرے فتح کئے ہوئے شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔

آہ! اُس وقت حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کی روح تڑپ گئی ہو گی اے میرے مولا جل جلالہٗ! یہ کیا ہو گیا؟

فاتح سومنات

مجاہدوں کا بادشاہ، شمع رسالت کا پروانہ محمود غزنوی جب سومنات کا مندر فتح کرنے پہنچا اور جب بتوں کو توڑنے والا ہی تھا کہ سارے ہندوں پوجاری محمود غزنوی کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ اے محمود! ہمارے سے ہیرے جواہرات لے لو مگر ان بتوں کو مت توڑو۔

تھوڑی دیر محمود غزنوی کی عقل کام نہیں کر رہی تھی کہ ایک طرف اتنا مال مل رہا ہے اور دوسری طرف بتوں کو توڑنے کا کام ہے آخر کار محمود غزنوی اس نتیجے پر پہنچے کہ میں آج اگر بتوں کو چھوڑ کر ہیرے جواہرات لے لوں گا تو بت فروش کہلاؤں گا اور اگر بتوں کو توڑ دوں گا تو بت شکن کہلاؤں گا۔

محمود غزنوی نے تلوار اُٹھا کر سارے بتوں کا ملیا میٹ کر دیا اس جذبہ ایمانی کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے محمود غزنوی کو یہ دیا کہ جو ہیرے جواہرات ہندو اس کو دے رہے تھے اس سے کئی گنا زیادہ ہیرے جواہرات بتوں کے نیچے سے نکلے۔

محمود غزنوی نے سومنات کا دروازہ نکال کر اپنے پاس رکھا تا کہ عالم کفر کو مسلمان فاتح اور اسلام کی طاقت کا اندازہ ہو سکے۔

مجاھد اہلسنّت نے جہاد کا فتویٰ واپس نہ لیا

اہلسنّت وجماعت کے بہت بڑے عالم شہیر اہلسنّت حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے انگریز کے خلاف ۱۸۵۷ء میں جہاد کا فتویٰ دیا۔

فتویٰ دینے کے بعد علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ کے فتوے پر ہندوستان کے بڑے بڑے علمائے اہلسنّت نے آپ کے فتوے پر دستخط کیے یہ فتویٰ نکلنا تھا کہ گلی گلی شہر شہر وہ قتل عام ہوا کہ انگریزوں کی بنیادیں ہل گئیں۔

حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ کو گرفتار کرلیا گیا آپ کو گرفتار کرنے کے بعد لکھنؤ لے جایا گیا وہاں آپ پر بغاوت کا مقدمہ چلا جیسے ہی کارروائی شروع ہوئی گواہ نے آپ کو پہچاننے سے انکار کردیا جس جج کے سامنے آپ پیش ہوئے اس جج نے بھی آپ سے کچھ کتابیں پڑھی تھیں وہ جج بھی یہی چاہتا تھا کہ علامہ صاحب کسی طرح مقدمے سے نکل آئیں اور سزا سے بچ جائیں۔

چنانچہ گواہ نے کہا کہ انگریز کے خلاف جنہوں نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا وہ عالم دین نہیں ہیں یہ ساری کارروائی کے بعد جب آپ کے رہا ہونے کی منزل قریب آئی تو جج نے آپ کے کان میں کہا کہ علامہ صاحب آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ یہ فتویٰ میں نے نہیں دیا، آپ سزا سے بچ جائیں گے جج یہ کہہ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا یہ سمجھ کر علامہ صاحب میری بات سمجھ گئے ہونگے، جب جج نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے؟

آپ نے گرجدار لہجے میں کہا کہ اس گواہ نے مروت میں آکر مجھے پہچاننے سے انکار کردیا ہے، میں نے ہی انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے اور اس کے عوض مجھے جو سزا ملے گی میں قبول کروں گا۔

جج اور گواہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے آپ کو اس جرم کی سزا عمر قید سنائی گئی اور جزائر انڈیا (کالا پانی) بھیج دیا گیا تین برس کے بعد آپ کا جزائر انڈیا میں وصال ہوگیا اور وہیں پر آپ کا مزار شریف ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مجاہد کو انگریز کی آزادی سے پہلے ہی اپنے نیک بندے کو آزاد کرلیا۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ونور اللہ مرقدہٗ)

عورتوں کا جذبہ جہاد

اگر چہ جہاد کے متعلق عورتوں کیلئے یہ حکم تو نہیں ہے کہ وہ میدان میں نکل کر مرد کے شانہ بشانہ لڑیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ مسلمان عورتیں مردوں کیساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں۔ ہاں اگر مسلمان بالکل مجبور ہو جائیں تو پھر عورتیں لڑسکتی ہیں مثلاً نفیر عام ہو جائے اور مسلمان مجبور ہو جائیں اور عورتوں کا نکلنا ضروری ہو جائے تو پھر محض لڑنے کیلئے عورتوں کا نکلنا جائز ہے۔ اس صورت میں عورتیں اپنے آباؤ اجداد اور شوہروں کی اجازت کے بغیر نکل سکتی ہیں، اسی طرح اگر مسلمان مجبور نہیں ہیں لیکن یہ عورتیں دور دور سے لڑنے اور تیر چلانے میں حصہ لے سکتی ہیں تو اس صورت میں بھی جا سکتی ہیں نوجوان لڑکیاں زخمیوں کے علاج کیلئے پانی پلانے کیلئے یا مجاہدین کا کھانا پکانے کیلئے نہیں جاسکتیں۔ ہاں عمر رسیدہ خواتین اگر بڑے لشکر میں نکل کر زخمیوں کی مرہم پٹی کریں، بیماروں کی تیمارداری کریں، پانی پلائیں اور کھانا پکائیں تو یہ جائز ہے مگر لڑنا جائز نہیں۔

مگر مردوں کی طرح عورتوں نے بھی جو جذبہ جہاد کا اظہار کیا ہے وہ انتہائی قابل تعریف ہے، اگر اُم ابراہیم نے اپنے بیٹے کو جہاد کیلئے تیار کر کے بھیجا تو آج کے دور کی ایک عورت نے اپنی تینوں بیٹوں کو جو مدرسہ میں پڑھ رہے تھے بلایا اور کہا کہ بیٹا اب پڑھنے پڑھانے کا وقت گزر گیا، اب ضرورت ہے کہ تم بھی جا کر جہاد میں حصہ لو کیسی عظیم ہے یہ ماں جس نے اپنے تینوں بیٹوں کو اسلام کی سربلندی کیلئے پیش کر دیا۔

باوجود اس کے کہ عورتوں کیلئے فی الحال عملی طور پر حصہ لینے کی کوئی صورت نہیں مگر مالی تعاون، دعاؤں اور جہادی جذبات کا اظہار نے ثابت کر دیا ہے کہ جس قوم کے نوجوان، عورتوں اور بچوں کے اندر کفر کے خلاف ایسے جذبات ہوں اس کو زیر کرنا ناممکن ہے۔

انہیں باہمت عورتوں کی مزید ہمت افزاء اور خاص کر ایسی عورتوں کیلئے جو اپنی اولاد کو بھیجنے سے ہچکچا رہی ہیں ایک صحابیہ کا قصہ سنایا جاتا ہے:۔

یہ صحابیہ حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں ان کے چار بیٹے تھے۔ جنگ قادسیہ میں انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو پاس بلا کر نہایت فصیح اور بے حد مؤثر تقریر کی جس کا مفہوم اور خلاصہ اس طرح ہے کہ میرے پیارے بیٹو! تم ایک ماں کی اولاد ہو، اسی طرح ایک ہی باپ کے بیٹے ہو، میں نے تمہارے ماموؤں کو رسوا نہیں کیا ہے اور نہ تمہارے والد سے کوئی خیانت کی ہے۔

اب میدان کارزار تیار ہے جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو نہایت بہادری اور مکمل پامردی سے لڑو یہاں تک کہ جنت الفردوس کی دائمی خوشیاں نصیب ہوں، یہ دنیا فانی ہے اور اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جب بیٹے میدان میں اُترنے لگے تو حضرت خنساء نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا مانگی ان کے چاروں بیٹے شیروں کی طرح کفار پر غراتے ہوئے حملہ آور ہوئے اور شاہینوں کی طرح کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ خوب لڑے اور خوب دل ٹھنڈا کر کے چاروں کے چاروں شہید ہو گئے۔

جب ان کو معلوم ہوا تو فرمانے لگیں کہ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ شرف بخشا کہ میں چار شہیدوں کی ماں کہلاؤں اور اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹوں کو شہادت کیلئے قبول فرمالیا۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بیٹوں کو جنت میں جمع فرمائے گا۔

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

دہشت گردی اور جہاد میں کیا فرق ہے تو جان لینا چاہئے کہ دہشت گردی ایک وضعی ہے اور ایک حقیقی۔ پھر وضعی یہ ہے کہ آج کل مغرب اور امریکہ نے مل کر ایک شور اُٹھا رکھا ہے کہ جہاد دہشت گردی ہے یا جو امر ان کے مفادات کو ٹھیس پہنچائے وہ دہشت گردی ہے یا اپنی بقاء سلامتی کی وہ جنگ جو ان کی اجازت کے بغیر ہو وہ دہشت گردی ہے الغرض دہشت گردی کا من مانا مفہوم متعین بیان کیا جانا وضعی دہشت گردی ہے جس کو زیادہ تر اسلام کے مدمقابل بروئے کار لایا جاتا ہے جبکہ حقیقی دہشت گردی وہ ہے جو اپنے مفادات کے حصول کیلئے ہو یا بلاوجہ کسی جاندار پر اپنی طاقت اور سیاست کا ایسا رُعب ڈالنا کہ مرعوب ذات کو یقین ہو جائے کہ بصورتِ انکار جان تلف ہونے کا یقین کامل ہے۔ اس ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

ترجمہ: اور جس شخص نے اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کیا مگر یہ کہ وہ مجبور کر دیا گیا اس حال میں کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے اور لیکن وہ بدنصیب کھل جائے کفر کے ساتھ جس کا سینہ تو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

یہ آیت حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کفار نے آپ کو، آپ کے والد یاسر کو اور آپ کی والدہ سمیہ کو پکڑ لیا انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں تاکہ وہ اسلام سے دست بردار ہو جائیں لیکن بے سود ہوا آخر کار انہوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی اور ابوجہل نے ان کی اندام نہانی میں نیزہ مارا اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دوڑایا یہاں تک کہ چر کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بدن کے دو حصے ہو گئے یہ پہلی شہید ہیں جنہوں نے اپنی جان راہِ خدا میں دی پھر حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا اور ان کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا یہ تاریخ اسلام کے دوسرے شہید ہیں جن کے خونِ پاک سے زمین لالہ ہوئی اس کے بعد ان ظالموں نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا انہیں مجبور کیا کہ اسلام چھوڑ دیں۔ آپ کی والدہ اور والد کے لاشے سامنے تڑپ رہے تھے انہوں نے بادل ناخواستہ زبان سے کلماتِ کفر کہہ دیئے۔ بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں عرض کی گئی کہ عمار تو کافر ہو گیا سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہرگز نہیں عمار تو سر سے پاؤں تک ایمان سے لبریز ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چھٹکارا پا کر روتے ہوئے بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ عرض کیا۔ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمار! اس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی؟ عرض کی وہ تو ایمان سے مطمئن تھا۔ اس پر آقا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے غلام کی اشکبار آنکھوں کو اپنے دستِ کرم سے پونچھا اور فرمایا: ان عادوا لك فعدلهم لما قلت (مظہری)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی جان بچانے کیلیے اگر کوئی شخص کفریہ کلمہ زبان پر لائے بشرطیکہ اس کے دل میں یقین اور ایمان موجود ہو تو اس کو اجازت ہے لیکن افضل اور عزیمت یہ ہے کہ جان دے دے لیکن کلمہ کفر نہ کہے۔ (ابن کثیر)

جبکہ جہاد اس صورت سے نبرآزما ہونے کا نام اور سرکش کافروں کو سزائے قرار واقعی دینے کا نام ہے۔

جب سے پہلا جہاد غزوۂ بدر ۲ھ میں ہوا جب کفار و مشرکین نے اسلام اور اہل اسلام کو مٹانے کی کوشش کی مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے سب سے پہلی جنگ غزوہ بدر کے نام سے ہوئی۔ اس وقت مسلمان مظلوم اور بے سروسامان کے عالم میں تھے۔

دوسری جنگ غزوۂ اُحد کے نام سے ۳ھ میں لڑی گئی یہ بھی کفار نے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلیے مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیا۔

غزوہ بنو مصطلق ۶ھ میں ہوا یہ ایک یہودی قبیلہ تھا مسلمانوں کو اس نے دھوکہ دیا اور جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔

الغرض کہ شروع سے ہی مسلمانوں پر ظلم و ستم اور مسلمانوں کو آمادہ کیا گیا اور مسلمانوں کو ہتھیار اُٹھانے پر مجبور کیا گیا۔

کیا اپنے دین وملت کا دفاع کرنا دہشت گردی ہے؟ دہشت گردی تو لادینی اور نام نہاد سپر پاور نے اپنائی ہے۔

کشمیری مسلمانوں پر ظلم

پچاس سال سے ہندو دھرتی پر شاد کشمیری مسلمانوں پر ظلم کر رہا ہے ایک لاکھ کشمیری شہید ہو چکے ہیں عورتوں کی بے حرمتی اور مردوں کی شرمگاہیں تک کاٹی گئیں نہتے اور مفلس کشمیریوں پر ظلم کیا دہشت گردی نہیں؟

کئی سالوں سے مجبور اور نہتے فلسطینیوں کو گولیاں مار کر شہید کر دینا اور اُن کے گھروں کو مسمار کر دینا کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟

کیا یہ ظلم نہیں یہ لوگ کس کے ہاتھ پر اپنا لہو تلاش کریں کیا یہ دہشت گردی نہیں؟

بوسینا پر مظالم

بوسینا میں سولہ سال تک جنگ جاری رہی مسلمانوں کو گاجر، مولی کی طرح کاٹا گیا صرف اس لئے کہ یہودی یورپ کی سرزمین پر اسلامی سلطنت نہیں چاہتے۔

بوسینا کے بارے میں یہودی پالیسی

بوسینا میں جنگ، پابندی، قتل عام جو کچھ ہو رہا ہے یہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اس بات کا امکان ختم نہ ہو جائے کہ بوسینا اسلامی ریاست نہیں بن سکتا جب اس بات کا اطمینان ہو جائے گا ہم جنگ بند کر دیں گے۔

جب پوری دنیائے اسلام بوسینا کے مسلمانوں کی مدد کو نہیں پہنچ سکتی تو لڑ لڑ کر آخر کار بوسینا کے مسلمانوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

شجر کٹے تو پہنچ جائے جگر درختوں یہ مہربان کا
ہلاک کتا ہو، چھین جائے حقوق حیوان کے پاسبان کا
چبھے یہودی کو جوں ہی کانٹا تو ساری اقوام ترس کھائیں
خراش کبھی نصاریٰ کو، دل و کسے جملہ جہاں کا
مگر یہ ارزاں خونِ مسلم، یہ کٹتے اعضاء تڑپتی لاشیں
نہ کوئی پوچھے نہ کوئی تڑپے، نہ ذکر ہو ان کی داستان کا

بوسینا کے مسلمانوں کی زندگی یہودیوں کے رحم و کرم پر

آخر کار بوسینا کو تین ریاستوں میں تقسیم کرنے کا معاہدہ ہوا۔ تین حصوں پر مشتمل اسٹیٹ بن گئی ہر طرف یہودیوں کے قبضے تھے۔ درمیان میں راستہ بوسینا میں داخل ہونے کیلئے مانگ کر آنا پڑتا تھا۔ جس دن یہودی چاہیں راستہ بند کر کے بوسینا کے مسلمانوں کو مار سکتے ہیں بوسینا کے مسلمانوں کا زندہ رہنا بھی اب دشمنوں کے رحم و کرم پر ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں کیا اب بھی مسلمانوں کو دہشت گرد کہو گے جن پر لحہ لحہ ظلم ہوتا ہے۔

ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم

سرزمین پاک وہند کا تاریخی جائزہ لیں جو ہزاروں سال اسلام کا مرکز اور گہوارہ رہی تو فاتح باب الہند محمد بن قاسم سے لے کر انگریزوں کی سازشوں کے نتیجے میں برصغیر پر قابض ہونے تک مشرق اور مغرب تک اسلام کا پھریرا لہراتا نظر آئے گا تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے بعد ہمیں صرف ایک حصہ اسلام کے نام پر ملا جبکہ کئی گنا زیادہ حصہ ابھی تک کفر کے زیر نگیں ہے جہاں کروڑوں مسلمان غیر محفوظ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اس کا عملی نمونہ بابری مسجد کے معاملے پھر احمد آباد اور گجرات کے ہزاروں مسلمانوں کی شہادت ہے، ان کے مکانات کو مسلمانوں سمیت جلایا گیا، مسلمانوں کی دکانوں کو آگ لگادی گئی اور آئے دن جنونی ہندوؤں کے ہاتھوں انہیں جان ومال اور عزت وآبرو سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

کثرت سے ہونے والے حملے میں ان کے خون سے بے دریغ ہولی کھیلی جارہی ہے اور ان کے اموال ومکانات کو نذر آتش کیا جارہا ہے۔

افغانستان پر حملے کی سازش

11 ستمبر کا ڈرامہ رچا کر القاعدہ اور اُسامہ بن لادن کی آڑ لے کر یہودی ونصاریٰ نے افغانستان کے نہتے مسلمانوں پر حملہ کردیا یہودی ونصاریٰ نے یہ کام امریکہ سے کروایا رات دن بمباری کی گئی مکانات، ہسپتال اور اسکول تک کو نہ چھوڑا گیا یہاں تک کہ شادی میں جانے والی بارات پر بھی بمباری کی گئی وہ میزائل چلائے گئے جس کے استعمال پر پابندی ہے۔ لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا گیا جن میں مظلوم عورتیں اور چھوٹے کم سن بچے شامل تھے اُن کو شہید کیا گیا۔

اُسامہ اور القاعدہ کی آڑ میں مظلوم بچوں کو نشانہ بنانے والے امریکی یہودی ایجنٹ جواب دیں کہ کیا یہ تین چار سال کے بچے دہشت گرد ہیں؟

امریکی صدر بش افغانستان کے حملے کے بعد امریکہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی میں خطاب کر رہا تھا کہ ایک اسٹوڈینٹ نے کھڑے ہوکر پوچھا کہ صدر صاحب آپ کہتے ہیں کہ افغانستان پر حملہ دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے ہے، کیا یہ تین سال کے بچے بھی دہشت گرد ہیں؟

اسٹوڈینٹ کے اس سوال پر صدر بش لاجواب ہوگیا۔ ٹائمز میگزین نے اس کی پوری کاروائی شائع کی ہے۔

مظلوم عراقیوں کی حالت زار

پوری دنیا میں سب سے زیادہ ایٹمی ہتھیار رکھنے والا عالمی دہشت گرد امریکہ تیل پر قبضہ کرنے کی لالچ میں عراق پر اس نے یہ الزام لگایا کہ اس کے پاس جوہری ہتھیار موجود ہیں خود شراب پینے والا دوسروں کو وِسکی پینے کا منع کر رہا ہے۔

آخر کار تیل پر قبضہ کی آڑ میں، پیٹرول پر قبضے کی آڑ میں امریکہ نے صدام کو آڑ بنا کر عراق کے مظلوم مسلمانوں پر ظالمانہ بمباری شروع کردی عالمِ اسلام محوِ تماشائی بنا رہا بڑے بڑے جبّے والے عرب حکمرانوں کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگی۔

یہ وہ مظلوم ہیں جن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:۔

ترجمہ: اور مسلمانوں تم کو کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے جبکہ بے بس مرد عورتیں اور بچے جو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں اے ہمارے ربّ عزّ وجل! ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر کہا جارہا ہے کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ سربکف ہوکر اِن کمزوروں اور ناتوانوں کی حمایت اور مدد کیلئے میدانِ کارزار میں نہیں اُترتے۔

آہ! عراق کے مظلوم مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنادی گئی ہے روزانہ حملے اور دھماکے ہورہے ہیں کیا کوئی جانوروں پر بھی اتنا ظلم کرتا ہے جو ظلم یہود وامریکہ نے مسلمانوں پر ڈھایا۔

تم اپنے ضمیر سے پوچھو......

آج مسلمانوں کو دنیا بھر میں دہشت گرد کہا جارہا ہے۔ کشمیریوں پر ظلم وستم کر کے ایک لاکھ سے زائد کشمیریوں کو شہید کرنے والے ملک بھارت کو کوئی اور انتہا پسند ہندوؤں کو کوئی دہشت گرد کیوں نہیں کہتا؟

ہزاروں فلسطینی مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح اب تک کاٹا جارہا ہے ان کے گھروں پر بمباری کی جاتی ہے اُن کو تشدد کر کے قتل کر دینے والے اسرائیلی یہودیوں کو کوئی انتہا پسند اور دہشت گرد کیوں قرار نہیں دیتا؟

چیچنیا کے ہزاروں مسلمانوں کو روس کی لادینی قوتوں نے بے دردی کے ساتھ قتل کیا اور اب بھی ان کی جان محفوظ نہیں ہے روسی لادینی قوت کو دہشت گرد ملک کا خطاب کیوں نہیں دیا گیا؟

بوسینا پر ظلم کیا جارہا ہے سب کے سامنے ہے یہود و نصاریٰ آج بھی ان کے درپے ہے۔

افغانستان کے نہتے مسلمانوں پر بڑی بے دردی کے ساتھ امریکہ نے بمباری کی اور اب بھی زبردستی اُن کے ملک پر قابض ہے۔

عراق کے مسلمانوں پر دن میں رات میں جب دل چاہتا ہے حملہ کرتا ہے اسکول اور ہسپتال تک محفوظ نہیں۔ کیا دنیا کے کسی ادارے اقوامِ متحدہ یا انسانی حقوق کی تنظیموں نے امریکہ کو عالمی دہشت گرد کا خطاب دیا؟

کیا اب بھی اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد کہو گے۔ کیا یہ تمام حالات دیکھ کر بھی تمہاری آنکھوں میں شرم نہیں آئی افسوس کہ تم بھول گئے مسلمان دہشت گرد نہیں مظلوم ہے۔

خود کش حملے کا جواز اور خود کش حملے کیوں ہوتے ہیں

مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے ان کو گھروں سے بے گھر کیا گیا ان کے ملک پر قبضہ کیا گیا ان کی عزت کو لوٹا گیا ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا پھر جب ان کے پاس کوئی چارہ نہ بچا تو پھر وہ خود کش حملے کرنے پر مجبور ہو گئے۔

پندرہ سالہ فلسطینی لڑکی نے خودکش حملہ اس لئے کیا کہ اس کے بھائی کو اسرائیلی فوج نے بے دردی کے ساتھ قتل کیا۔

بائیس سالہ فلسطینی عورت نے خودکش حملہ اس لئے کیا کہ اس کے شوہر کو قتل کیا گیا۔

افغانستان اور عراق کے مسلمان اس لئے بم باندھ کر امریکی یہودی فوجیوں میں گھس جاتے ہیں کیونکہ ان کی نظروں کے سامنے ان کے خاندان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور جب مظلوم نے مدد کی معافی کی درخواست کی تو مذاق اُڑایا گیا۔

اب رہا مسئلہ یہ کہ خودکش حملے تو مسلمانوں کی جانب سے ہو رہے ہیں وہ شرعاً کیسے ہیں تو بلاشبہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستان بھی ایسا کر چکا ہے جبکہ لاتعداد مفتیانِ کرام اور علمائے کرام موجود تھے کسی نے عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا اس طرح یوسف بن تاشقین نے کشتیاں جلا دیں اور کفار نا ہنجار کے سامنے دھکیل دیا جو یقیناً اس بنی ہوئی جنگی صورتحال میں خود کش حملے سے کم نہیں تھا۔

طارق بن زیاد جب اسپین سے فتح کرنے پہنچے تو آپ نے بھی کشتیاں جلا دی جو یقیناً خودکش حملے سے کم نہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی فوجوں سمیت دریا میں کود پڑے اور دریا میں کودنا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے سے کم نہیں۔

اسی طرح ہلاکو خان سے لڑتے ہوئے عمیر بن حزام نے ہلاکو کو قتل کرنا چاہا تو اپنا حلقہ توڑ کر منگولوں کی صف میں گھس کر اسے تن تنہا قتل کیا یہ بھی یقیناً خودکش حملے کی مترادف ہے۔

مسلمانوں کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے مصر کے جامعہ الازہر کے مفتیانِ کرام نے بھی کفار پر خودکش حملے کو جائز قرار دیا ہے پس موجودہ حالات میں مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنے کیلئے خودکش حملے کرنا جائز ہیں کیونکہ جب جان پر بن آئے تو حرام بھی حلال ہے تو یہاں ایک جان کا نہیں کروڑوں جانوں کا مسئلہ ہے جس کیلئے شرع جواز کا حکم صادر کرتی ہے۔

مسلمانوں کو اسلامی فوج بنانی چاهئے

(اسلامی بلاک نہ بنا تو پورا عالم اسلام مٹ جائے گا)

١٩٨٠ء کی دہائی میں اسلامی بلاک مشترکہ اسلامی فوج اور اسلامی تجارت کا منصوبہ محض ایک رومانوی خیال محسوس ہوتا تھا۔ اسلامی ممالک کے درمیان تہذیبی اور سماجی فرق ہی اس قدر تھا کہ ان لوگوں کو اکٹھا کرنا آگ اور پانی کو ایک مرتبان میں جمع کرنے کے مترادف تھا۔ اس تہذیبی فرق کے پیچھے امریکہ اور یورپ تھا، اس نے جان بوجھ کر ایسے اقدام کئے جن کے باعث مسلم دنیا میں اتحاد قائم نہ ہوسکے۔ مثلاً

☆ امریکہ کے ایجنٹوں نے ان ممالک کی کرنسی کی قدر کم کردی جس سے ان ممالک میں بے روزگاری بڑھی، بعدازاں ان ممالک کے ہنرمندوں کو خلیج کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ خلیجی ممالک میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ فلاں اسلامی ممالک کے مزدور اور مستری مہنگے بھی ہیں اور سست بھی جبکہ فلاں غیر اسلامی ملک کے لوگ یہی کام آدھی تنخواہ میں کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اس پروپیگنڈے کے نتیجے میں عرب ممالک نے اپنے مسلمان ہنرمندوں کو نوکریوں سے نکال نکال کر ان کی جگہ عیسائی، بودھ اور ہندو بھرتی کرنا شروع کردیئے۔ مسلمان ہنرمند واپس آئے تو دونوں اسلامی ریاستوں میں آویزش شروع ہوگئی جس کے نتیجے میں اسلامی ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات خراب ہونے لگے۔ یوں اتحاد قصۂ ماضی بنتا چلا گیا۔

☆ امریکہ نے ایک سازش کے تحت اسلامی دنیا کو انتہائی کم قیمت میں تیار مصنوعات دینا شروع کردیں۔ عربوں نے دیکھا کہ اگر وہ ایک چیز اپنے ملک میں تیار کرتے ہیں تو وہ انہیں مہنگی پڑتی ہے جبکہ امریکہ اور یورپ اس سے بڑھی معیار کی چیز اس سے کہیں کم قیمت میں انہیں گھر پہنچادیتے ہیں لہٰذا عربوں نے فیکٹریاں لگانے کے بجائے یورپ اور امریکہ سے تیار مصنوعات خریدنا شروع کردیں۔ اس کے مقابلے میں اسلامی ممالک کمزور ٹیکنالوجی، وسائل کی کمی اور مارکیٹ ناپید ہونے کے باعث اس معیار، مقدار اور نرخوں میں وہ اشیاء بنانے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے، چنانچہ یوں تجارت اسلامی ممالک سے نکل کر یورپ اور امریکہ کے ہاتھ چلی گئی۔

☆ یورپ اور امریکہ نے اسلامی ممالک کے سرداروں کیلئے اپنے ممالک میں سرمایہ کاری آسان کردی، انہیں ٹیکسوں میں چھوٹ دی گئی، ان کیلئے نظام آسان بنادیا، انہیں زیادہ سود اور قرضے فراہم کئے گئے جس کے نتیجے میں اسلامی ممالک کا سرمایہ دار مغرب کی طرف متوجہ ہوگیا چنانچہ اسلامی ممالک میں سرمایہ کاری کا خواب بھی بکھر گیا۔ رہی مشترکہ فوج تو امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے باقاعدہ سازش کے تحت اسلامی ممالک کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑانا شروع کردیا، یوں یہ منصوبہ بھی دھرے کا دھرا رہ گیا۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا واقعہ پیش آیا۔ امریکہ اتحادیوں کے ساتھ افغانستان پر چڑھ دوڑا، اس نے افغانستان کے نہتے شہریوں پر بم برسا برسا کر تباہی مچادی۔ اس دوران اسلامی ممالک کے چیدہ چیدہ لیڈروں کو پہلی بار اپنی کوتاہ فہمی کا اندازہ ہوا، انہیں محسوس ہوا وہ دنیا سے کتنے پیچھے اور یورپ اور امریکہ کے مقابلے میں کتنے کمزور ہو گئے اور پسماندہ ہیں۔ اسوقت انہیں محسوس ہوا اگر وہ آج تجارتی علمی، تکنیکی اور عسکری لحاظ سے مضبوط ہوتے ہوتے تو یوں بے آبرو نہ ہوتے، وہ اپنے افغان بھائیوں کی مدد کے قابل ہوتے لیکن دنیا میں کمزوری سے بڑی بے بسی اور ضعف سے بڑی لاچاری کوئی نہیں ہوتی۔

اسلامی دنیا ڈیزی کٹر اور کلسٹر بموں کے سامنے بے بس ہو گئی۔ ۵۰، ۶۰ ہزار معصوم افغان اپنی بے گناہی کی سزا پا گئے۔ ۲۰۰۲ء کے آخر میں امریکہ نے عراق پر حملے کا قصد کیا تو اسلامی دنیا نے بھی کسی نہ کسی حد تک احتجاج کیا لیکن کمزور معیشت اور اخلاقی گراوٹ نے انہیں زیادہ اونچی آواز میں بولنے نہ دیا، لہٰذا یوں مارچ ۲۰۰۳ء آ گیا۔ امریکہ کی دی ہوئی ڈیڈ لائن ختم ہوئی اور امریکہ نے 9 اطراف سے عراق پر حملہ شروع کر دیا۔ اس وقت تک عراق پر نسل انسانی کا انتہائی خوفناک اسلحہ آزمایا جا چکا ہے۔ بغداد، بصرہ، موصل اور نجف پر اتنا بارود پھینکا جا چکا ہے جتنا دنیا میں کبھی نہیں پھینکا گیا۔ ماہرین کا کہنا ہے اگر اس تمام بارود کے ڈائنا مائٹ بنائے جاتے تو وہ پورے ہمالیہ کو میدان بنانے کیلئے کافی تھے۔ عراق پر حملے کے ساتھ ہی یہ بات طے ہو گئی کہ اب مسلم دنیا کے پاس دو ہی راستے ہیں۔ 61 اسلامی ممالک ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر متحد ہو جائیں یا پھر ایک دائمی غلامی اور نسلوں تک محیط بے عزتی برداشت کریں۔ اس جنگ کے ساتھ ہی عالم اسلام 'ڈو اور ڈائی' کی اسٹیج پر آ گیا، اب 'ہم ہیں یا پھر ہم نہیں ہیں'۔

دنیا میں اس وقت 61 اسلامی ممالک ہیں:۔

آذر بائیجان، آیوری کوسٹ، اُردن، از بکستان، افغانستان، البانیہ، الجزائر، انڈونیشیا، ایتھوپیا، ایران، بحرین، برکینا فاسو، برونائی، بنگلہ دیش، بوسینا، بنین، پاکستان، تاجکستان، ترکمنستان، ترکی، تنزانیہ، تیونس، ٹوگو، جبوتی، چاڈ، سری نام، سعودیہ، سوڈان، سیرالیون، سنیگال، شام، صومالیہ، عراق، عمان، فلسطین، قازقستان، قطر، ترکمانستان، کمورو، کویت، کیمرون، گنی، گنی بساؤ، گیانا، گیبون، گیمبیا، لبنان، ماریطانیہ، مال دیپ، مالی، امارات، مراکش، مصر، ملائیشیا، موزمبیق، نائیجریا، وسطی افریقہ، یمن اور یوگنڈا۔

ان ٦١ اسلامی ممالک کی آبادی ایک ارب 40 کروڑ 31 لاکھ 51 ہزار ہے۔ ان کے پاس 3 کروڑ 48 لاکھ 9 ہزار 790 کلو میٹر رقبہ ہے ان ممالک کے پاس 66 لاکھ 76 ہزار 560 ٹرینڈ فوجی ہیں۔ یہ تمام ممالک ہر سال اپنے دفاع پر 76 ارب 950 ملین ڈالر خرچ کرتے ہیں۔ صرف سعودی عرب اپنی فوج پر ہر سال 21 ارب 876 ملین ڈالر خرچ کرتا ہے۔ ترکی کا دفاعی بجٹ ساڑھے دس ارب ڈالر ہے، ایران دفاع پر پونے چھ ارب، پاکستان ساڑھے تین ارب، مصر پونے تین ارب، عراق، مراکش، عمان اور قطر دو دو ارب ڈالر خرچ کرتے ہیں۔

یہ ٦١ ممالک اگر مشترکہ فوج بنالیں، اپنے دفاعی بجٹ کا صرف ایک چوتھائی حصہ مشترکہ فوج کو دے دیں، اپنی تہائی فوج الگ کر دیں تو یہ دنیا کی سب سے بڑی مضبوط فوج ہوگی، ایک ایسی فوج جس کے پاس جذبہ بھی ہوگا، تکنیک بھی اور قوت بھی۔ اس کے ساتھ ساتھ عالم اسلام عسکری سامان کی ایجاد کیلئے ایک یونیورسٹی اور تجربہ گاہ بھی بنائے۔ اس تجربہ گاہ اور یونیورسٹی میں تمام اسلامی ممالک کے بہترین طالب علموں کو داخلہ دیا جائے، انہیں پڑھایا جائے، جب وہ فارغ ہو جائیں تو انہیں جدید ترین اسلحے کی تیاری پر لگا دیا جائے۔ اگر اس وقت امریکہ اور یورپ کی تمام بڑی لیبارٹریوں میں مسلم سائنسدان کام کر سکتے ہیں، ناسا جیسا ادارہ مسلمان چلا سکتے ہیں تو یہ مسلمان اپنی لیبارٹریوں کا بندوبست کیوں نہیں کر سکتے؟ شاید میرے بے شمار قارئین کیلئے یہ اطلاع بالکل نئی ہو کہ 'ڈیزی کٹر' جیسا انتہائی مہلک اور خوفناک بم بھی ایک مسلمان سائنسدان ہی کی ایجاد ہے اگر یہ مسلمان سائنسدان امریکہ میں امریکی فوج کیلئے ڈیزی کٹر بنا سکتا ہے تو کیا وہ اور اس جیسے دوسرے مسلمان سائنسدان عالم اسلام کیلئے ایسے بم ایجاد نہیں کر سکتے؟ وہ بموں کی ماں جیسے بم کے مقابلے میں بموں کا باپ بم نہیں بنا سکتے؟ یقیناً بنا سکتے ہیں بس اس کیلئے پیسہ اور حوصلہ افزائی درکار ہے۔ اب تک 9 مسلم دنیا کے پاس 'اسلامی بم' تک موجود ہے۔ یہ نیوکلیئر ٹیکنالوجی کی مالک ہیں۔ کیا پاکستان پورے عالم اسلام کے سائنسدانوں کو نیوکلیئر بم بنانے کی ٹریننگ نہیں دے سکتا؟ اس کے پاس ڈاکٹر عبدالقدیر اور ڈاکٹر ثمر مبارک مند جیسے پارس ہیں جو جس کو چھو جائیں سونا حاصل کرے، اب مسلم دنیا کی بقا اسی میں مضمر ہے یونیورسٹیاں بنائیں اگر اب بھی عالم اسلام خواب خرگوش سے نہ جاگا، اس نے اب بھی ہوش کے ناخن نہ لئے تو چھوٹے یونہی اونٹ بنتے رہیں گے اور دنیا اسے یونہی روندتی روندتی آگے بڑھتی رہے گی۔

اسلامی ہیرو نے دنیا پر ثابت کر دیا، اگر انسان کے اندر عزم موجود ہو، اگر اس نے حوصلہ دنیا پر ثابت کر دیا، اگر اس کا حوصلہ زندہ ہو تو وہ وقت کے بڑے سے بڑے فرعون کے سامنے کھڑا ہو سکتا ہے، دنیا آج تک فوجوں کو شکست دیتی آئی ہے قوموں اور ملکوں کو شکست دیتی آئی ہے لیکن دنیا کی کوئی طاقت دنیا کا کوئی ملک کوئی قوم آج تک لوگوں کے ان گروہوں کو فتح نہیں ہو سکتی جنہوں نے عزت و آبرو کے ساتھ زندہ رہنے کا عزم کیا ہو۔

باقی رہ جاتا ہے اسباب، یہ اسباب اب اسلامی دنیا کے سرمایہ داروں، پروفیسروں، سائنسدانوں اور عالموں نے پیدا کرنے ہیں۔ مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی کہ وہ سائنسدان جو دنیا میں علوم و فنون کے بانی تھے، جنہوں نے دنیا میں آنکھ کا پہلا آپریشن کیا تھا، دوربین بنائی تھی، جو رصد گاہوں سے ستاروں کی چالیں دیکھتے تھے، جنہوں نے موسمیات کو باقاعدہ سائنس کی شکل دی تھی، وہ مسلم سائنسدان بیسویں صدی، اِکیسویں صدی میں معذور کیسے ہو گئے؟ آئن اسٹائن نے کہا، آئندہ دنیا میں صرف وہی قوم زندہ رہے گی جس کے پاس سائنسدانوں کی بڑی فوج ہوگی۔ افسوس! ہم نے سائنس اور سائنسدانوں کو پیچھے چھوڑ دیا، ہم نے اپنے معاشرے ان لوگوں سے خالی کر دیئے لہٰذا آج تورا بوڑا ہو یا قندہار، موصل ہو یا بصرہ، ہم ہر جگہ بری طرح مار کھا رہے ہیں۔ مادی لحاظ سے طالبان افغانستان میں ہار گئے تھے۔ دنیا جانتی ہے عراق بھی اسی انجام سے دوچار ہوگا۔ اب اسلامی دنیا کے کندھوں پر ایک قرض آپڑا ہے اب اسلامی دنیا نے فیصلہ کرنا ہے کہ اس نے یہ فرض نبھا کر عزت کے ساتھ زندہ رہنا ہے یا پھر اس سے غفلت برت کر ذِلت کی موت مر جانا ہے۔

یہ موت بھی اک دن آنی ہے
یہ جان بھی اک دن جانی ہے
پھر کر لے جو بھی ٹھانی ہے
پھر پتھر دل بھی پانی ہے
پھر ہمت کی چوتائی ہے
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

ملتِ اسلامیہ کی مجموعی پستی کا راز اور عالمِ اسلام کی ذمہ داری

مقامِ تاسف ہے کہ آج پورا عالمِ اسلام یہودیت، عیسائیت اور اشتراکیت کے ہاتھوں چار دانگ عالم میں ذلیل وخوار ہو رہا ہے اس کا بنیادی سبب من حیث القوم مسلمانوں کی بدکرداری اور سپاہیانہ زندگی سے بیزاری ہے۔ یاد رکھئے کہ مسلمان اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کے شب و روز مجاہدانہ شان میں بسر نہ ہوتے ہوں جہاد سے نا آشنا زندگی سب کچھ ہوسکتی ہے مگر اسلام کی زندگی نہیں ہوسکتی اسلامی زندگی ہم سے اس بات کی متقاضی ہے کہ زندگی کو انقلاب کی طرز پر ڈھالا جائے اور مجاہدانہ رنگ ڈھنگ کے خوئے جانبازی پیدا کی جائے لیکن بدقسمتی سے آج کے نوجوان کی حالت ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کا عکس ہے ؎

تیرے صوفے ہیں فرنگی ترے قالین ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

اسلام ہمارے سامنے جینے کا یہ مقصد رکھ رہا ہے کہ اس وقت تک ہمارا جینا بے مزہ ہے جب تک ہم اس جگہ پر دوبارہ قابض نہیں ہوجاتے جہاں سے ہمیں نکالا جا چکا ہے۔ صاحبو! یہ امر غور طلب ہے کہ کتنی بے حمیتی اور بے غیرتی کی بات ہے کہ کوئی آپ سے آپ کا مکان چھین لے اور آپ خاموشی سے اس صورتحال کو گوارہ کرلیں، اس کو اگنور کرلینا آپ کی عزت کا مسئلہ بن جائے آپ سے تو وہ دیہاتی اچھے ہیں جن کے جانور کوئی چرا کر لے جائے تو وہ رسہ گیروں کے خلاف میدان میں نکل آتے ہیں اور مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں یہ سمجھ کر کہ جب تک انکے جانور واپس نہیں ہوجاتے انکی بے عزتی کی زندگی موت سے بدتر ہے لیکن اے مسلمانو! تمہاری عزت اور غیرت وحمیت کو کیا ہوگیا ہے کہ اُمتِ مسلمہ عالمِ کفر کی سازشوں اور یلغار کی زد میں ہے مظلوم مسلمانوں کے بچے بلک رہے ہیں اور عورتوں کی عزت لوٹی جا رہی ہے لیکن تم ہو کہ ٹس سے مس نہیں ہو رہے دینی اصلی اور قومی غیرت کا تصور ختم ہوگیا ہے۔

آج جو کچھ عالمی سطح پر مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا جارہا ہے وہ ہماری بدکرداریوں اور ملی غیرت وحمیت کے فقدان کا منطقی نتیجہ ہے اس بناء پر اہلِ اسلام کو اس وقت تک برسرِ پیکار رہنے کا حکم ہے جب تک روئے زمین سے فتنہ وفساد کے ماحول کا خاتمہ نہیں ہوجاتا اور وہ نظام اپنی موت تک مسلمانوں پر چین اور آرام حلال نہیں ہے جب تک اللہ کی اطاعت، عبادت اور غلامی کے ساتھ قائم نظام نافذ نہیں ہوجاتا۔

عالمی تناظر اور فرضیت جہاد

احناف، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ تمام حضرات مجتہدین اور فقہائے کرام کے نزدیک جب جہاد فرض عین ہوتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے جب جہاد پر روانگی کا اذن عام دے دیا جائے یعنی کسی ملک کا سربراہ ہر شہری کو جہاد کیلئے روانہ ہونے کا حکم صادر کرے خواہ وہ شہری فوجی ہو یا غیر فوجی اس وقت اس ملک کے ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہے اسی طرح اگر کسی شہر کے ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہے البتہ جو لوگ جہاد کرنے سے معذور ہوں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

مسلمانوں کے جس شہر کی سرحدوں پر کفار حملہ کرنے کے قصد سے جمع ہو جائیں اس شہر کے مسلمانوں پر ان کفار سے جہاد کرنا فرض عین ہے اور اگر ان کو اپنے دفاع میں دوسرے شہر کے مسلمانوں کی ضرورت ہو تو پھر ان پر بھی جہاد فرضِ عین ہے اور جب کافر (معاذ اللہ) مسلمانوں کے کسی شہر کو روند رہے ہوں تو اس شہر کے مسلمانوں پر بھی جہاد کرنا فرضِ عین ہے اور جب انہیں دوسرے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت ہو تو ان پر بھی جہاد فرض عین ہے۔

اگر موجودہ حالات کا تجزیہ کیا جائے تو فرضیت جہاد کی جملہ وجوہ موجود ہیں مگر انگریز نے کچھ ایسا جال بچھایا اور پھیلایا ہے کہ مسلمان با آسانی اس میں پھنسنے کیلئے تیار رہتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں آچکا ہے کہ مسلمان ایک بل سے دو بار نہیں ڈسا جاتا ہے مگر یہاں حالت ہی نرالی ہے ہر بار قوم ایک نیا تجربہ کرنے پر آمادہ اور تیار ہے۔

ہاں ہاں جہاد از روئے شریعتِ اسلامیہ مسلمانوں پر فرض ہو چکا ہے بلکہ وہ ہر فرض سے مشابہ فرض ہے اب جو ہاتھ میں اور بازوؤں میں قوت رکھتا ہے ہاتھ استعمال کرے اور جو زبان کی پاور رکھتا ہے وہ زبان استعمال کرے اور جو اہل قلم ہیں وہ اپنے قلم سے کفار کے خلاف جہاد کریں اور جو کچھ نہ کر سکے وہ مرد مسلمان کفار کی جارحیت اور دہشت گردی کو دل سے گھناؤنا جانے یہ کمزور ایمان کا درجہ ہے۔

اے انسانی حقوق اور جمہوریت کے چیمپئن بننے والو

اے آزاد ثقافت کی بات کرنے والے یہود و نصاریٰ تمہیں تو کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے تھی، کوئی ملک جمہوری طریقے سے اسلامی بنتا ہے یا جمہوری طریقے سے کافر بنتا ہے۔ عالمی جمہوریت کا نعرہ بلند کرنے والوں کو یہ حق پہنچتا ہی نہیں کہ وہ کسی کے دین و مذہب میں ثقافت میں جمہوریت کا نام لے کر مداخلت کریں۔

مگر آج پوری دنیا میں جھوٹی جمہوریت کا جھنڈا لہرا رہا ہے مگر جہاں اسلامی ثقافت سر اُٹھاتی ہے جہاں اسلامی انقلاب کی تحریکیں سر اُٹھاتی ہیں وہاں تمہاری آزاد ثقافت بھی گئی، جمہوریت بھی گئی، آزاد کلچر بھی گیا تم انہیں ختم کرنے کی کوشش کرتے ہو اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک انقلابی تحریکوں کو صفحۂ ہستی سے نہ مٹا دو۔

مسلمان حکمران ذرا سوچیں ......

مگر افسوس جو لوگ اپنی چار دن کی جھوٹی حکومت کی خاطر، اپنی بے وفا کرسی کی خاطر، اپنا ضمیر، اپنا ایمان، اپنی غیرت امریکہ اور یہود و نصاریٰ کے ہاتھ فروخت کر رہے ہیں مسلمانوں کو قتل کروا کر واشنگٹن سے انعام وصول کرتے ہیں۔

ذرا سوچیں کہ یہ حکمران کیا کر رہے۔ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والو! تمہارا یہ سودا نفع کا سودا نہیں بڑے نقصان کا سودا ہے عنقریب ہم کو مرنا ہے مرنے کے بعد ایک ساعت آنے والی ہے جس ساعت میں ہمیں سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے تمہیں سامنا کرنا ہوگا اور قیامت کے دن تانبے کی تپتی ہوئی زمین پر اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہیں حاضر ہونا ہے۔

یہ نادان حکمران سب جانتے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ کیوں حل نہیں ہو رہا؟ فلسطین کیوں آزاد نہیں ہو رہا؟ چیچنیا پر کیوں ظلم ہو رہا ہے؟ بوسینا کے مسلمانوں کو کیوں کاٹا جا رہا ہے؟ افغانستان پر حملے کے پیچھے کیا راز ہے؟ عراق پر قبضہ کرنے کے پیچھے کیا عزائم ہیں؟

حکمران یاد رکھیں دوسروں کے ملک پر حملہ کروانے میں مدد دے کر تم اپنا ملک نہیں بچا سکو گے اگلا نشانہ تمہارا ملک بھی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ آگ سب کو لپیٹ میں لے لے گی۔

لمحہ فکریہ! اے مسلمانو! ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات سے روگردانی کر کے پہلے ہی آدھا پاکستان گنوا چکے ہیں پوری دنیا میں مسلمان آج بھی غربت و افلاس زوال اور پریشانیوں کا شکار ہیں اس کا سبب بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات سے روگردانی ہے اگر آپ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں تو اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنا ہوں گی۔

خواہشات کی قربانی

اب ہمیں شیطانی تہذیب اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو نیست و نابود کرنے کیلئے اپنی خواہشات کی قربانی دینا ہوگی۔ دشمن اسلام کی پھیلائی ہوئی گندی تہذیب کے جال کو توڑنا ہوگا۔ ان کی سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے ہر مسلمان اپنے گھر سے فحاشی کے اڈوں کا خاتمہ کرے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس فحاشی اور عریانی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے ارد گرد نہ صرف حفاظتی بند باندھیں بلکہ اس کا مکمل خاتمہ کر دینے کی بھرپور کوشش کریں عیش پرستی کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے دیں۔ یہود و نصاریٰ کی اشیاء کا ان کی رسموں کا مکمل بائیکاٹ کریں اپنے اندر غیرت ایمانی پیدا کریں تاکہ ہمارا کردار ایک عظیم کردار بن جائے۔

مغرب کی یلغار مسلمانوں کی کرد و بیکار

آجکل پورے پاکستان میں کیبل سسٹم عام ہوتا جا رہا ہے جس کے اثرات بھی مسلمانوں میں نمودار ہوتے جا رہے ہیں بچوں سے لے کر بوڑھوں تک کو فلموں اور اداکاراوں کے نام یاد ہوتے ہیں کل کون سی فلم آئے گی، ماں باپ، بہن بھائی، بھابھی اور بچے رات کو ٹی وی پر ہندووں کی گندی اور برے کلچر کی عکاسی اپنے گھر میں کرتے ہیں بے غیرت ماں باپ بھی اولاد کے ساتھ مل کر ہنس کر دیکھتے ہیں ان فلموں میں کیا ہوتا ہے باطل مذہب کا چرچا ہوتا ہے آج کل گھروں میں جو فلمیں بکثرت چلائی جاتی ہیں ان میں کیا ہوتا ہے۔ اسلام کے ماننے والو! تم اپنے گھروں میں رام بھگوان کا ذکر کرواتے ہو جس کی وجہ سے روزی میں تنگی، پریشانی، گھر میں لڑائی اور جھگڑے اور خودکشی کا ان میں کافروں کے باطل فاسد خداؤں کو آراستہ حالت میں دکھایا جاتا ہے اور یہ فلمیں روزانہ رات بھر چلائی جاتی ہیں ان میں باجوں کے ساتھ کفریہ گانے گائے جاتے ہیں، عریاں مناظر سے لذت حاصل کی جاتی ہے غیرت مند مسلمانوں کے گھر میں قائم ہونے والی اس بے غیرت مجلس کی وجہ سے نمازیں قضا ہوتی ہیں فلموں میں مسلسل فحش مناظر دیکھنے سے شرم و حیاء کا جنازہ نکل جاتا ہے بے حیائی، قلب و دماغ میں اپنے ڈیرے ڈال لیتی ہے مثال کے طور پر باغیرت بھائی کا اپنی جوان بہن اور ماں باپ اور باشرم بہن کا اپنے جوان بھائیوں اور والدین کے ساتھ وی سی آر اور ڈش انٹینا پر انتہائی بے غیرتی اور بے شرمی پر مشتمل مناظر دیکھنا اور گندے فحش کلمات و آواز پر مبنی گانے خوش دلی و مسرت طریقہ ہے جس کو مسلمان اپنائے ہوئے ہیں کیا یہ مسلمانوں کا طریقہ ہے؟ ہرگز نہیں!

آیئے ہم آج عہد کریں کہ ہمیں کبھی اپنے ملک کیلئے اسلام کی بقاء کیلئے عالمِ کفر سے جہاد کیلئے گھروں سے نکلنا پڑا تو اِن شاءَ اللہ ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے اگر ہمارے جذبات یہی رہے تو وہ وقت دور نہیں جب ہمارے ملک میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم ہو جائے گا اور ہمارا بچہ بچہ عاشقِ رسول بن جائے گا۔

آج دولت کی محبت نے، بنگلوں اور بڑے بڑے مکانات اور آرام دہ بستروں نے ہمارے اندر سے جذبہ جہاد کو سرد کر دیا ہے ہمیں زندگی سے محبت ہو گئی ہے حالانکہ ہمیں موت سے محبت ہونی چاہئے۔ کسی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے پاس ایسی کون سی طاقت ہے کہ فتوحات کا تانتا باندھ رکھا ہے اور ہر کسی کو چیلنج کرتے ہیں تو بھی آجا، تو بھی آجا۔ یعنی آج کل کی زبان میں یوں سمجھ لیجئے کہ وہ کون سا میزائل ہے وہ کون سا ایٹم بم ہے کہ ہر سپر پاور کو چیلنج کر رہے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اے کفار و مشرکین! ہماری طاقت کا راز سنو! ہماری طاقت کا راز یہ ہے کہ تمہارے بادشاہوں نے تمہیں زندگی سے محبت کرنا سکھایا ہے اور ہمارے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں موت سے محبت کرنا سکھایا ہے۔ جس شخص کو موت سے محبت ہو جائے وہ ناقابلِ تسخیر انسان بن جاتا ہے۔

اے میرے مولا جل جلالہٗ! امام المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل ہم مسلمانوں کو بدعملی، بدعقیدگی اور عالمِ کفر سے علمِ جہاد بلند کرنے کی توفیق عطا فرما اور عالمِ اسلام کے مسلمانوں کی حفاظت فرما اور ہمارے مقدس مقامات کو یہود و نصاریٰ کے قبضے سے آزادی عطا فرما۔ آمین ثم آمین

فقط والسلام

الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بمطابق 10 نومبر 2004ء